تدبرِ قرآن

۱۴

ابرٰھیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ا - سورہ کا عمود

سورۂ رعد کی آیات اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا الآیہ میں قریش کو جو دھمکی اور مسلمانوں کو جو بشارت، اشارہ اور کنایہ کے انداز میں، دی گئی تھی اس سورہ میں وہ کھل کر سامنے آگئی ہے۔ قریش پر یہ واضح کر دیا گیا ہے کہ آج مکہ کی سرزمین پر حق و باطل میں جو کشمکش برپا ہے اس میں تم جس کلمۂ باطل کے علمبردار ہو اس کی کوئی بنیاد نہ زمین میں ہے نہ آسمان میں۔ اس کی مثال گھورے پر اُگے ہوئے ایک شجرۂ خبیثہ کی ہے جو بیک جنبش اکھاڑ کر پھینکا جا سکتا ہے۔ اگر یہ اب تک برقرار رہا تو اس وجہ سے نہیں کہ وہ کوئی مضبوط جڑ رکھتا تھا بلکہ اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ اس کو اکھاڑنے والے ہاتھ موجود نہیں تھے۔ اب اللہ نے وہ ہاتھ نمودار کر دیے ہیں تو تم دیکھو گے کہ کتنی جلدی اس کا قصہ پاک ہوا جاتا ہے۔ اس کے بالمقابل اسلام کی دعوت کی تمثیل اس سدا بہار شجرۂ طیبہ سے دی گئی ہے جس کی جڑیں پاتال میں اتری ہوئی اور جس کی شاخیں فضائے آسمانی میں پھیلی ہوئی ہوں۔ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو دنیا میں بھی مضبوط و مستحکم کرے گا اور آخرت میں بھی ان کو سرخروئی بخشے گا بشرطیکہ وہ صبر و استقامت کے ساتھ اپنی دعوت حق پر جمے رہے اور اس راہ میں پیش آنے والی آزمائشوں کا انھوں نے اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے مقابلہ کیا۔

اس حقیقت کو تاریخ کی روشنی میں واضح کرنے کے لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور دوسرے انبیاء کی سرگزشتوں کے ان پہلوؤں کی طرف اس میں اشارات ہیں جن سے اصل مدعا کی تائید ہوتی ہے۔ آخر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سرگزشت کا حوالہ دے کر یہ واضح فرمایا ہے کہ وہ کس مقصد کے لیے اپنے وطن سے ہجرت کر کے اس وادیٔ غیر ذی زرع میں آئے تھے، اس سرزمین کے لیے انھوں نے کیا دعا کی تھی، اس میں اپنی اولاد کو بساتے ہوئے ان کے دل میں کیا ارمان تھے اور انھوں نے اپنے رب سے ان کے لیے کیا چاہا اور کیا مانگا تھا۔ یہ باتیں سنانے سے مقصود قریش کے سامنے ان کی اپنی تاریخ کا آئینہ رکھ دینا ہے تاکہ وہ اندازہ کر سکیں کہ ان کو کیا بننا تھا اور وہ کیا بن کے رہ گئے ہیں۔

اگرچہ سورہ کا نظام سمجھنے کے لیے یہ تمہید بھی کافی ہے لیکن اپنے طریقہ کے مطابق ہم سورہ کے مطالب کا تجزیہ بھی کیے دیتے ہیں۔

ب - سورہ کے مطالب کا تجزیہ

(۱-۳) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے اس کتاب کو اتارنے کا مقصد واضح فرمایا گیا ہے کہ یہ اس لیے اتاری

گئی ہے کہ اس کے ذریعے سے تم لوگوں کو عقاید و اعمال کی تاریکیوں سے نکال کر ایمان و عمل صالح کی روشنی میں لاؤ۔ پھر ان لوگوں کا انجام بتایا گیا ہے جو اس کا انکار کریں گے۔ قریش کو دھمکی دی گئی ہے کہ اس کتاب کو ان کی زبان میں اتار کر خدا نے ان پر اپنی حجت تمام کر دی ہے۔ پیغمبر صلعم کو یہ تسلی دی گئی ہے کہ لوگوں کا ایمان لانا یا نہ لانا خدا کی توفیق بخشی پر منحصر ہے وہ جس کو جس چیز کا مستحق پائے گا وہی دے گا۔ اس معاملے میں تمھاری ذمہ داری صرف بلاغ کی ہے۔

(۵-۱۷) حضرت موسیٰ اور دوسرے انبیاءِ سابقین کا حوالہ کہ وہ بھی اسی مقصد کو لے کر آئے تھے اور انھیں اس راہ میں بڑے بڑے مصائب سے دوچار ہونا پڑا لیکن انھوں نے استقامت دکھائی جس کا صلہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو یہ ملا کہ وہ غالب رہے اور ان کے مخالفین کو اللہ نے تباہ کر دیا۔ مقصود ان سرگزشتوں کے حوالہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں پر یہ واضح کرنا ہے کہ اس کشمکش میں بھی بالآخر غلبہ انہی کو حاصل ہوگا لیکن ان ابتدائی مراحل میں صبر و استقامت اور آخری مرحلہ میں شکرِ نعمت لازمی ہے۔

(۱۸-۲۲) کفار و مشرکین کا آخرت میں جو حشر ہوگا اس کا بیان کہ ان کا سارا کیا کرایا خاک اور راکھ ہو کر اڑ جائے گا۔ لیڈر اور ان کے پیرو ایک دوسرے پر لعنت بھیجیں گے۔ یہاں تک کہ شیطان بھی اپنی پیروی کرنے والوں سے اعلانِ برأت کر دے گا اور ان سے کہے گا کہ تم مجھے ملامت کرنے کے بجائے خود اپنے سر پیٹو، تم اپنی بدبختی کے ذمہ دار خود ہو۔

(۲۳-۲۷) اس کے مقابل میں اہلِ ایمان کا حال آخرت میں یہ ہوگا کہ آپس میں سلام و تحیت اور مبارک سلامت کے تبادلے ہو رہے ہوں گے۔ اللہ نے اپنے قولِ محکم کی بدولت جس طرح دنیا میں ان کو سرفرازی بخشی اسی طرح آخرت میں بھی ان کو سرفرازی بخشے گا۔

(۲۸-۳۴) قریش کے لیڈروں کو انذار و تنبیہ کہ انھوں نے اللہ کی بخشی ہوئی نعمتوں کو کفر و شرک کا ذریعہ بنایا اور اس طرح اپنی قوم کو جہنم کے گھاٹ پر اتارا۔ ضمناً مسلمانوں کو نصیحت کہ وہ نماز کا اہتمام رکھیں اور اپنے مال میں سے خدا کی راہ میں سرًّا و علانیۃً خرچ کریں۔ مقصود اس نصیحت سے مسلمانوں کو یہ رہنمائی دینا ہے کہ یہی چیز ان کے حریفوں کے مقابل میں عنداللہ ان کے حق کو مرجح کرنے والی اور حضرت ابراہیمؑ کے اس مقصد کو پورا کرنے والی ہوگی جس کے لیے انھوں نے اس وادیِ غیر ذی زرع میں، جیسا کہ آگے اس کا ذکر آ رہا ہے، اپنی ذریت کو بسایا تھا۔

(۳۵-۴۱) حضرت ابراہیمؑ کی ان دعاؤں کا حوالہ جو انھوں نے سرزمینِ مکہ کو اپنا دار الہجرت بنانے کے بعد اس سرزمین کے لیے اور اپنی اولاد کے لیے کیں۔ مقصود ان کے حوالے سے قریش پر یہ واضح کرنا ہے کہ ان کی ساری زندگی حضرت ابراہیمؑ کی دعاؤں اور تمناؤں کے بالکل برعکس ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کے مقصد کو اگر پورا کر رہے ہیں تو یہ پیغمبر اور ان کی پیروی کرنے والے مسلمان لیکن قریش ان کے دشمن بن کر اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔

(۴۲-۵۲) خاتمۂ سورہ جس میں تمام تر تنبیہ و انذار ہے۔

سُوْرَةُ اِبْرٰهِيْمَ (۱۴)

مَكِّيَّةٌ ——— اٰيَاتُهَا ۵۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

آیات ۱-۴
الٓرٰ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ
بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۙ ﴿۱﴾ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي
السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَوَيْلٌ لِّلْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِيْدِ ۙ ﴿۲﴾
الَّذِيْنَ يَسْتَحِبُّوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ
اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ؕ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ ﴿۳﴾ وَمَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ
رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ؕ فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَاۤءُ وَيَهْدِيْ
مَنْ يَّشَاۤءُ ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۴﴾

ترجمہ آیات ۱-۴
یہ الٓرٰ ہے۔ یہ کتاب ہے جو ہم نے تمھاری طرف اس لیے اتاری ہے کہ تم لوگوں کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف لاؤ۔ ان کے رب کے اذن سے۔ خدائے عزیز وحمید کے راستہ کی طرف اس اللہ کے راستہ کی طرف جو آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب کا مالک ہے اور کافروں کے لیے ایک عذاب شدید کی تباہی ہے۔ ان کے لیے جو دنیا کی زندگی کو آخرت پر ترجیح دیتے ہیں اور اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور اس میں کجی پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ یہ لوگ بہت دور کی گمراہی میں ہیں۔ اور ہم نے جو رسول بھی بھیجا اس کی قوم کی زبان میں بھیجا تاکہ وہ ان پر اچھی طرح واضح کردے۔ پس اللہ جس کو چاہتا ہے گمراہ کردیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور وہ عزیز وحکیم ہے۔ ۱-۴

۱- الفاظ کی تحقیق اور آیات کی وضاحت

الۤرٰ قف کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَیْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ (۱)

'الۤرٰ' - حروف مقطعات پر جامع بحث سورۂ بقرہ کے شروع میں ملاحظہ فرمائیے۔

'کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَیْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ'

'ظلمات' اور 'نور' سے مراد

'ظُلُمٰت' سے مراد عقائد و اعمال کی تاریکیاں اور 'نور' سے مراد ایمان و عمل صالح کی روشنی ہے۔ گمراہی کے ہزاروں راستے ہیں لیکن ہدایت کی راہ ایک ہی ہے اس وجہ سے ظلمات جمع ہے اور نور واحد۔

ہدایت خدا کی توفیق بخشی پر منحصر ہے

'بِاِذْنِ رَبِّهِمْ' یعنی یہ تاریکیوں سے نکل کر روشنی کی طرف آنا جن کو بھی میسر ہوگا خدا کی توفیق بخشی ہی سے میسر ہوگا۔ وہی اپنی سنت کے مطابق جن کو ہدایت کا اہل پائے گا ان کو ہدایت بخشے گا اور جن کو اس کا اہل نہیں پائے گا ان کو ان کی گمراہی میں بھٹکتا چھوڑ دے گا۔ مطلب یہ ہے کہ پیغمبر کی ذمہ داری اس معاملے میں صرف تبلیغ و دعوت کی ہے۔ لوگوں کو ہدایت کی راہ پر لا کھڑے کرنا اس کی ذمہ داری ہی نہیں ہے۔

'عزیز' اور 'حمید' کا مفہوم

'اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ' یہ 'نور' کی وضاحت فرما دی گئی ہے کہ اس سے مراد وہ راستہ ہے جو خدائے عزیز و حمید کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ 'عَزِیْز' یعنی سب پر غالب و مقتدر، اس وجہ سے وہی سزاوار ہے کہ اس سے ڈرا جائے۔ 'حَمِیْد' یعنی تمام جود و کرم کا منبع، اس وجہ سے وہی حق دار ہے کہ اس کی حمد کی جائے اور اس سے امیدیں باندھی جائیں۔

اللّٰهِ الَّذِیْ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَوَیْلٌ لِّلْكٰفِرِیْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِیْدِ ۙ الَّذِیْنَ یَسْتَحِبُّوْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا عَلَى الْاٰخِرَةِ وَیَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَیَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ؕ اُولٰٓئِكَ فِیْ ضَلٰلٍ بَعِیْدٍ (۲-۳)

دنیوی مفادات ہدایت کے لیے حجاب

یعنی اس خدا کے راستہ کی طرف جو تنہا آسمانوں اور زمین کی ہر چیز کا مالک ہے۔ اس وجہ سے جو لوگ آج اپنے مزعومہ شریکوں کے اعتماد پر اس صحیفہ ہدایت کا انکار کر رہے ہیں وہ اپنے لیے ایک عذاب شدید کی تباہی کو دعوت دے رہے ہیں۔

'اَلَّذِیْنَ یَسْتَحِبُّوْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا عَلَى الْاٰخِرَةِ' یہ ان کے اصل سبب انکار سے پردہ اٹھایا گیا ہے کہ باتیں تو وہ جو چاہیں بنا لیں لیکن اصل چیز جو ان کے اور اس صحیفۂ ہدایت کے درمیان حجاب بنی ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ وہ آخرت کی خاطر اپنے دنیوی مفادات قربان کرنے کو تیار نہیں ہیں۔ 'وَیَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ' چنانچہ وہ خود بھی اللہ کی راہ سے روگرداں ہیں اور دوسروں کو بھی، جہاں تک ان کا زور چلتا ہے، اس سے روکنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ 'وَیَبْغُوْنَهَا عِوَجًا' یعنی خدائے عزیز و حمید کی طرف لے جانے والی سیدھی راہ کو کج

کرکے اپنے مزعومہ معبودوں کی طرف موڑ رہے ہیں اور لوگوں کو یہ باور کرانے کی کوشش کر رہے ہیں کہ خدا تک اگر پہنچا جا سکتا ہے تو انہی پر پیچ پگ ڈنڈیوں سے ہو کر پہنچا جا سکتا ہے۔ اُولٰٓئِکَ فِیْ ضَلٰلٍۭ بَعِیْدٍ یعنی اپنی ان حرکتوں کے سبب سے وہ اصل شاہراہ سے بھٹک کر بہت دور نکل گئے ہیں۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِیُبَیِّنَ لَهُمْ ؕ فَیُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ یَّشَآءُ وَیَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ (۴)

ہدایت وضلالت کے باب میں سنتِ الٰہی

یہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس احسان کا اظہار فرمایا ہے جو اس صحیفۂ ہدایت کو عربی میں اور رسولؐ کو خود ان کی قوم کے اندر سے مبعوث فرما کر اس نے ان کے اوپر کیا ہے اور مقصود اس سے ان کو اس حقیقت کی طرف متوجہ کرنا ہے کہ انھیں اللہ کی اس نعمت کی قدر کرنی چاہیے کہ اس نے انہی کے اندر کے ایک فرد کے ذریعہ سے انہی کی زبان میں اپنا صحیفہ اتارا تاکہ وہ اللہ کی ہدایت کو لوگوں پر اچھی طرح واضح کر دے۔ فَیُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ یَّشَآءُ وَیَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ۔ یہ ہدایت وضلالت کے معاملے میں اللہ تعالیٰ نے اپنی سنت واضح فرمائی ہے کہ وہی جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تسلی ہے کہ تمھارا کام اللہ کی باتوں کو اچھی طرح واضح کر دینا ہے وہ تم نے کر دیا ہے اور کر رہے ہو، رہا لوگوں کا ایمان لانا یا نہ لانا تو یہ خدا کی مشیت پر منحصر ہے اور خدا عزیز و حکیم ہے۔ یعنی اس کی ہر مشیت اس کی حکمت کے ساتھ ہے۔ جو لوگ اس کی حکمت کے تحت ہدایت پانے کے مستحق ٹھہریں گے وہ ہدایت پائیں گے اور جو لوگ اس کے مستحق نہیں ٹھہریں گے وہ اس سے محروم رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کے اندر جو صلاحیتیں ودیعت فرمائی ہیں اگر ایک شخص ان سے فائدہ اٹھاتا ہے تو وہ مزید توفیق کا سزاوار قرار پاتا ہے اور اگر کوئی شخص ان کی قدر نہیں کرتا تو مزید پانا تو الگ رہا جو اس کو دی گئی ہوتی ہیں وہ بھی اس سے سلب ہو جاتی ہیں۔ اس سنتِ الٰہی کی وضاحت ہم ایک سے زیادہ مقامات میں کر چکے ہیں۔

۲۔ آگے کا مضمون ——— آیات ۵-۸

آگے حضرت موسیٰؑ کی سرگزشت کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ ان کو بھی اللہ تعالیٰ نے اسی مقصد سے مبعوث فرمایا تھا کہ اپنی قوم کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف لائیں۔ چنانچہ انھوں نے یہ کام کیا اور اللہ کی تائید و نصرت نے ان کو فرعونیوں کے پنجۂ ستم سے نجات دلائی اور ساتھ ہی ان کو خدا کے اس فیصلہ سے بھی آگاہ فرما دیا کہ اگر تم نے اپنے رب کی اس نعمت کی قدر کی اور اس کے شکرگزار رہے تو تم پر مزید فضل ہوگا اور اگر تم نے ناشکری کی تو خدا کے سخت عذاب سے دوچار ہو گے۔ اس یاددہانی سے مقصود ان یہود کو متنبہ کرنا تھا جو اسلام کی مخالفت کے جوش میں اپنا سارا وزن قریش کے پلڑے میں ڈال رہے تھے اور جس طرح قریش حضرت ابراہیمؑ کی تعلیمات کو پس پشت ڈال چکے تھے اسی طرح یہود حضرت موسیٰؑ کی ان تنبیہات سے اپنے کان

بند کیے ہوئے تھے۔ آیات کی تلاوت فرمائیے۔

آیات ۵-۸ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَاۤ اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى
النُّوْرِ ۙ وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ
شَكُوْرٍ ﴿٥﴾ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ
اَنْجٰىكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ وَيُذَبِّحُوْنَ
اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ؕ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ
ع ۱۴ عَظِيْمٌ ﴿٦﴾ وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَىِٕنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَىِٕنْ كَفَرْتُمْ
اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ ﴿٧﴾ وَقَالَ مُوْسٰۤى اِنْ تَكْفُرُوْۤا اَنْتُمْ وَمَنْ فِى
الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ حَمِيْدٌ ﴿٨﴾

ترجمہ آیات ۵-۸ اور ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیوں کے ساتھ بھیجا کہ اپنی قوم کو تاریکیوں سے روشنی کی طرف نکالو اور ان کو خدا کے یادگار ایام یاد دلاؤ، بے شک ان کے اندر ثابت قدم رہنے والوں اور شکر کرنے والوں کے لیے بڑی نشانیاں ہیں۔ ۵

اور یاد کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اپنے اوپر اللہ کے اس فضل کو یاد رکھو کہ اس نے تمھیں آلِ فرعون کے پنجہ سے نجات دی جو تمھیں نہایت برے عذاب چکھاتے تھے اور تمھارے بیٹوں کو ذبح کر ڈالتے تھے اور تمھاری عورتوں کو زندہ رکھتے تھے اور بے شک اس میں تمھارے رب کی جانب سے بہت بڑی آزمائش تھی۔ اور یاد کرو جب تمھارے رب نے آگاہ کر دیا کہ اگر تم شکر گزار رہے تو میں تمھیں بڑھاؤں گا اور اگر تم نے ناشکری کی تو میرا عذاب بھی بڑا سخت ہوگا۔ اور موسیٰ نے کہا کہ اگر تم اور وہ سارے لوگ جو روئے زمین پر ہیں ناشکری کرو گے تو خدا کا کچھ نہیں

بگاڑو گے اور وہ بے نیاز اور ستودہ صفات ہے۔ ۶-۸

۳- الفاظ کی تحقیق اور آیات کی وضاحت

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ ۭ
اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ (۵)

'بِاٰيٰتِنَا' یعنی عصا اور ید بیضا وغیرہ کی نشانیوں کے ساتھ جن کا دوسرے مختلف مقامات میں نہایت تفصیل سے ذکر ہوا ہے۔

ایام اللہ سے مراد

'وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ' 'ایام' کا لفظ جب اس طرح آتا ہے جس طرح یہاں آیا ہے تو اس سے خاص بڑے بڑے اہم تاریخی اور یادگار دن مراد ہوتے ہیں۔ مثلاً ایام العرب، کہیں تو اس سے عرب کی جنگیں مراد ہوں گی۔ اسی طرح 'اَيّٰىمِ اللّٰهِ' سے مراد وہ یادگار تاریخی دن ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے نافرمان قوموں پر عذاب نازل فرمائے اور اپنے باایمان بندوں کو ان کے ظلم و ستم سے نجات بخشی۔

'اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ' یعنی موسیٰؑ کی اس سرگزشت میں ثابت قدم رہنے والوں اور شکر کرنے والوں کے لیے بڑی نشانیاں ہیں۔ حضرت موسیٰؑ نے جب دعوت حق بلند کی تو ان کو اور ان کی قوم کو فرعونیوں کے ہاتھوں بڑے بڑے مظالم سہنے پڑے لیکن بالآخر اللہ تعالیٰ نے فرعونیوں کو غرق کر دیا اور بنی اسرائیل کو نجات بخشی۔ مطلب یہ ہے کہ اسی طرح مسلمانوں کے سامنے بھی اس وقت آزمائش کا مرحلہ ہے۔ اس مرحلے سے اگر وہ ثابت قدمی سے گزر گئے تو کامیابی ان کے قدم چومے گی اور وہ اپنے رب کے افضال و عنایات پر شکر گزار رہوں گے۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ اَنْجٰىكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْۗءَ الْعَذَابِ
وَيُذَبِّحُوْنَ اَبْنَاۗءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَاۗءَكُمْ ۭ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَاۗءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ (۶)

'ال' سے مراد اتباع اور پیرو

'اٰلِ فِرْعَوْنَ' ہم دوسرے مقام میں واضح کر چکے ہیں کہ لفظ 'آل' سے مراد اتباع اور پیرو بھی ہوتے ہیں۔

حضرت موسیٰؑ کی ایک تقریر کا حوالہ

یہ حضرت موسیٰؑ کی اس تقریر کا حوالہ ہے جو انھوں نے اپنی قوم کے سامنے اس وقت فرمائی ہے جب ان کو اور ان کی قوم کو فرعونیوں کے چنگل سے نجات مل چکی ہے۔ اس تقریر سے حضرت موسیٰؑ کا مقصود اپنی قوم کو یہ یاد دلانا تھا کہ یہ بہت بڑی آزمائش تھی جس سے خدا نے محض اپنے فضل سے تمھیں نجات بخشی ہے تو اس فضل کو یاد رکھنا، خدا کے برابر شکر گزار رہنا، اس کو بھول کر پھر کہیں انہی سرمستیوں میں نہ کھو جانا جس کی سزا تمھیں فرعونیوں کے عذاب کی شکل میں ملی۔ حضرت موسیٰؑ کی اس تقریر کی یاددہانی وقت کے بنی اسرائیل کو اس لیے کرائی گئی ہے کہ وہ متنبہ ہوں کہ وہ حضرت موسیٰؑ کی اس تلقین کو فراموش کر کے پھر شیطان کے راستہ پر چل پڑے ہیں اور اسلام کی مخالفت کر کے از سر نو اپنی شامت کو دعوت دینا چاہتے ہیں۔

وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَىِٕنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَىِٕنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ (۷)

وقت کے بنی اسرائیل کو یاد دہانی

تَاَذَّنَ کے معنی باخبر اور آگاہ کرنے کے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ موسیٰ نے تو وہ بات کہی تھی جو اوپر گزری اور ساتھ ہی تمھارے رب نے بھی تمھیں آگاہ کر دیا تھا کہ اگر تم میرے احکام و ارشادات کی پیروی کر کے میرے شکر گزار رہے تو میں تمھاری تعداد اور اپنے افضال و عنایات میں برابر اضافہ کروں گا اور اگر تم ناشکری اور نافرمانی کی راہ پر چل پڑے تو یاد رکھو کہ میرا عذاب بھی بڑا ہی سخت ہو گا —— یہ بات بھی وقت کے بنی اسرائیل کو یاد دہانی کے لیے یہاں لائی گئی ہے اور رَبُّكُمْ کے خطاب سے واضح ہے کہ یہ ان کو براہ راست مخاطب کر کے فرمائی گئی ہے۔

وَقَالَ مُوْسٰٓى اِنْ تَكْفُرُوْٓا اَنْتُمْ وَمَنْ فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ حَمِيْدٌ (۸)

شکر گزاری پر عنایات میں اضافہ

یعنی ساتھ ہی موسیٰ نے یہ تنبیہ بھی کر دی تھی کہ خدا کی شکر گزاری کا یہ مطالبہ اس بنا پر نہیں ہے کہ وہ اس کا محتاج ہے یا اس سے اس کی شان اور عظمت میں کوئی اضافہ ہوتا ہے۔ وہ ہر چیز سے بے نیاز اور ہر حال میں ستودہ صفات ہے۔ یہ شکر گزاری خود بندوں ہی کے لیے موجب خیر و برکت ہے اس لیے کہ اس سے، جیسا کہ اوپر والی آیت میں مذکور ہے، اللہ تعالیٰ بندوں پر اپنی نعمتوں اور برکتوں میں اضافہ فرماتا ہے۔

۴۔ آگے کا مضمون —— آیات ۹-۱۷

آگے خطاب اگرچہ عام ہے لیکن روئے سخن مسلمانوں ہی کی طرف ہے۔ ان کو اطمینان دلایا گیا ہے کہ تمام رسولوں اور ان کی قوموں کی سرگزشت اس بات کی شہادت دیتی ہے کہ ہر چند راہ حق میں آزمائشیں بہت پیش آتی ہیں، یہاں تک کہ بسا اوقات اس راہ میں گھر در سب کچھ چھوڑنا پڑتا ہے لیکن آخر کار کامیابی اہل ایمان ہی کو حاصل ہوتی ہے —— اس روشنی میں آگے کی آیات تلاوت فرمائیے۔

آیات ۹-۱۷

اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ ۬ۛ وَالَّذِيْنَ
مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۛؕ لَا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰهُ ؕ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرَدُّوْٓا
اَيْدِيَهُمْ فِيْٓ اَفْوَاهِهِمْ وَقَالُوْٓا اِنَّا كَفَرْنَا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ وَاِنَّا
الثلثة لَفِيْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَنَآ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ ﴿۹﴾ قَالَتْ رُسُلُهُمْ اَفِى اللّٰهِ
شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يَدْعُوْكُمْ لِيَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَ
يُؤَخِّرَكُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ قَالُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ؕ تُرِيْدُوْنَ

أَنْ تَصُدُّونَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ آبَاؤُنَا فَأْتُونَا بِسُلْطَانٍ مُبِينٍ ﴿١٠﴾ قَالَتْ
لَهُمْ رُسُلُهُمْ إِنْ نَحْنُ إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَمُنُّ عَلَىٰ
مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ۖ وَمَا كَانَ لَنَا أَنْ نَأْتِيَكُمْ بِسُلْطَانٍ إِلَّا بِإِذْنِ
اللَّهِ ۚ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿١١﴾ وَمَا لَنَا أَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللَّهِ وَ
قَدْ هَدَانَا سُبُلَنَا ۚ وَلَنَصْبِرَنَّ عَلَىٰ مَا آذَيْتُمُونَا ۚ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ
الْمُتَوَكِّلُونَ ﴿١٢﴾ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِنْ أَرْضِنَا أَوْ ع ۲ ۱۴
لَتَعُودُنَّ فِي مِلَّتِنَا ۚ فَأَوْحَىٰ إِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظَّالِمِينَ ﴿١٣﴾
وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْأَرْضَ مِنْ بَعْدِهِمْ ۚ ذَٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِي وَ
خَافَ وَعِيدِ ﴿١٤﴾ وَاسْتَفْتَحُوا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيدٍ ﴿١٥﴾ مِنْ
وَرَائِهِ جَهَنَّمُ وَيُسْقَىٰ مِنْ مَاءٍ صَدِيدٍ ﴿١٦﴾ يَتَجَرَّعُهُ وَلَا يَكَادُ
يُسِيغُهُ وَيَأْتِيهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَمَا هُوَ بِمَيِّتٍ ۖ وَمِنْ وَرَائِهِ
عَذَابٌ غَلِيظٌ ﴿١٧﴾

ترجمۂ آیات ۹ - ۱۷

کیا تمھیں ان لوگوں کا حال نہیں پہنچا جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں، قوم نوح، عاد اور ثمود کا حال
اور ان کا جو ان کے بعد ہوئے ہیں۔ خدا کے سوا جن کو کوئی نہیں جانتا۔ ان کے رسول ان کے پاس
کھلی کھلی نشانیاں لے کر آئے تو انھوں نے ان کے منہ پر اپنے ہاتھ رکھ دیے اور بولے کہ جس پیغام
کے ساتھ تم بھیجے گئے ہو ہم اس کا انکار کرتے ہیں اور جس چیز کی تم ہمیں دعوت دے رہے ہو ہم
اس کے باب میں سخت الجھن میں ڈال دینے والے شک میں ہیں۔ ان کے رسولوں نے کہا کیا تمھیں
آسمانوں اور زمین کے وجود میں لانے والے اللہ کے بارے میں شک ہے؟ وہ تمھیں بلاتا ہے تاکہ

تمھارے گناہوں کو بخشے اور تمھیں ایک وقت معین تک مہلت دے۔ وہ بولے کہ تم تو ہمارے ہی جیسے آدمی ہو۔ تم چاہتے ہو کہ ہم کو ان چیزوں کی عبادت سے روک دو جن کو ہمارے باپ دادا پوجتے آئے تو ہمارے پاس کوئی کھلا ہوا معجزہ لاؤ۔ ان کے رسولوں نے جواب دیا کہ ہم ہیں تو تمھارے ہی جیسے آدمی لیکن اللہ اپنے بندوں میں سے جن پر چاہتا ہے اپنا فضل فرماتا ہے۔ اور یہ ہمارے اختیار میں نہیں کہ ہم تمھارے پاس کوئی معجزہ لادیں مگر اللہ کے حکم سے اور ایمان لانے والوں کو اللہ ہی پر بھروسہ رکھنا چاہیے۔ اور ہم کیوں نہ اللہ پر بھروسہ رکھیں جب کہ اس نے ہمیں ہمارے راستوں کی ہدایت بخشی اور تم ہمیں جو ایذا بھی پہنچاؤ گے ہم اس پر صبر کریں گے اور بھروسہ کرنے والوں کو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔ اور کافروں نے اپنے رسولوں سے کہا کہ یا تو ہم تمھیں اپنی سرزمین سے نکال کر رہیں گے یا تمھیں ہماری ملت میں پھر واپس آنا پڑے گا تو ان کے رب نے ان پر وحی بھیجی کہ ہم ان ظالموں ہی کو ہلاک کر دیں گے اور ان کے بعد تم کو زمین میں بسائیں گے، یہ ان کے لیے ہے جو میرے حضور پیشی سے ڈرے اور میری وعید سے ڈرے۔ ۹-۱۴

اور انھوں نے فیصلہ چاہا اور ہر سرکش ضدی نامراد ہوا۔ اس کے آگے جہنم ہے اور اس کو پیپ لہو پینے کو ملے گا۔ وہ اس کو گھونٹ گھونٹ پینے کی کوشش کرے گا اور اس کو حلق سے نہ اتار سکے گا اور موت اس پر ہر جانب سے پلی پڑ رہی ہوگی اور وہ مرنے والا نہ بنے گا اور آگے ایک اور سخت عذاب اس کے لیے موجود ہوگا۔ ۱۵-۱۷

۵- الفاظ کی تحقیق اور آیات کی وضاحت

أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ قَوْمِ نُوحٍ وَعَادٍ وَثَمُودَ ۬ وَالَّذِينَ مِنْ بَعْدِهِمْ ۬ لَا يَعْلَمُهُمْ إِلَّا اللَّهُ ۚ جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَرَدُّوا أَيْدِيَهُمْ فِي أَفْوَاهِهِمْ وَقَالُوا إِنَّا كَفَرْنَا بِمَا

أَرْسِلْتُم بِهِۦ وَإِنَّا لَفِى شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُونَنَآ إِلَيْهِ مُرِيبٍ (۹)

قوم نوح اور عاد کے بعد کی بعض قوموں کا حوالہ

وَالَّذِينَ مِنۢ بَعْدِهِمْ لَا يَعْلَمُهُمْ إِلَّا اللَّهُ۔ یہ حوالہ ہے ان قوموں کا جو قوم نوح اور عاد اور ثمود کے بعد آئیں اور ان کے اندر اللہ نے اپنے رسول بھی بھیجے لیکن قرآن نے ان کا ذکر نہیں کیا ہے۔ تاریخوں میں بھی ان کا کوئی قابلِ اعتماد تذکرہ موجود نہیں ہے۔ صحیح علم ان کا صرف اللہ ہی کو ہے۔ دوسرے مقام میں یہی بات یوں ارشاد ہوئی ہے وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّن قَبْلِكَ مِنْهُم مَّن قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُم مَّن لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ - ۷۸ المومن (اور ہم نے تم سے پہلے بھی رسول بھیجے، ان میں سے کچھ کی سرگزشتیں ہم نے تم کو سنا دیں اور ان میں سے کچھ کی نہیں سنائیں)۔

رسولوں کے منہ بند کرنے کی کوشش

فَرَدُّوٓا أَيْدِيَهُمْ فِىٓ أَفْوَٰهِهِمْ، یعنی انھوں نے اپنے رسولوں کے منہ بند کر دینے کی کوشش کی۔ جب کوئی شخص کسی شخص کو بات کرنے سے، غصہ اور نفرت کے ساتھ، روکنا چاہتا ہے تو اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیتا ہے کہ زبان بند کرو، مزید ایک حرف بھی زبان سے نہ نکالو۔ 'رَدُّوا' یہاں 'جَعَلُوا' کے معنی میں ہے اور اس معنی میں یہ لفظ استعمال ہوتا ہے۔

إِنَّا كَفَرْنَا بِمَآ أُرْسِلْتُم بِهِۦ وَإِنَّا لَفِى شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُونَنَآ إِلَيْهِ مُرِيبٍ۔ یعنی جس پیغام انذار کے ساتھ تم خدا کی طرف سے بھیجے جانے کے مدعی ہو ہمیں اس سے صاف انکار ہے۔ نہ ہم تمھیں خدا کا رسول مانتے ہیں اور نہ تمھاری یہ دھمکی ماننے کے لیے تیار ہیں کہ اگر ہم نے تمھاری بات نہ مانی تو ہم تباہ کر دیے جائیں گے۔ وَإِنَّا لَفِى شَكٍّ الآیۃ اور یہ توحید اور قیامت پر ایمان لانے کی جو دعوت تم ہمیں دے رہے ہو تو اس باب میں بھی ہم سخت شک میں ہیں۔

قَالَتْ رُسُلُهُمْ أَفِى اللَّهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمَٰوَٰتِ وَالْأَرْضِ يَدْعُوكُمْ لِيَغْفِرَ لَكُم مِّن ذُنُوبِكُمْ وَيُؤَخِّرَكُمْ إِلَىٰٓ أَجَلٍ مُّسَمًّى قَالُوٓا إِنْ أَنتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا تُرِيدُونَ أَن تَصُدُّونَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ ءَابَآؤُنَا فَأْتُونَا بِسُلْطَٰنٍ مُّبِينٍ (۱۰)

سوال استعجاب کی نوعیت کا

رسولوں کی طرف سے یہ سوال استعجاب کی نوعیت کا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ کیا تمھیں آسمانوں اور زمین کے وجود میں لانے والے خدا کے باب میں شک ہے؟ خدا کو تو تم مانتے ہی ہو اور اسی کو آسمانوں اور زمین کا خالق بھی مانتے ہو، اسی کی دعوت ہم تمھیں دے رہے ہیں تو اس کے بارے میں تو کسی شک کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اب رہے وہ جن کو تم نے خدا کا شریک بنا رکھا ہے تو ان سے ہم تم کو روکتے ہیں اس لیے کہ ان کے حق میں کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔

دعوت رحمت کے لیے

يَدْعُوكُمْ لِيَغْفِرَ لَكُم مِّن ذُنُوبِكُمْ وَيُؤَخِّرَكُمْ إِلَىٰٓ أَجَلٍ مُّسَمًّى یعنی یہ دعوت، جو وہ ہمارے ذریعہ سے تمھیں دے رہا ہے، کوئی چڑنے اور برہم ہونے کی بات نہیں ہے بلکہ یہ تمھارے حق میں ایک عظیم رحمت ہے۔ وہ یہ چاہتا ہے کہ اگر تم یہ دعوت قبول کر لو تو وہ تمھارے گناہوں کو بخشے، تمھیں زندگی کی مہلت عطا فرمائے اور اس عذاب کو تم سے ہٹائے جس کو تم نے اپنی شامت اعمال سے دعوت دے رکھی ہے اور جو ہماری

تکذیب کی صورت میں لازماً تم پر آدھمکے گا۔

بشریت پر اعتراض معجزہ کا مطالبہ

'قَالُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا الاٰیۃ' یعنی اپنے رسولوں کے ان ارشادات کو سن کر اگر وہ بولے تو یہ بولے کہ تم تو ہمارے ہی جیسے آدمی ہو اور اپنی ان تقریروں سے تم ہمیں ہمارے ان معبودوں کی عبادت سے روک دینا چاہتے ہو جن کو ہمارے باپ دادا پوجتے آئے تو ایسی سنگین بات ہم اپنے ہی جیسے آدمیوں کی کس طرح مان سکتے ہیں؟ اگر تم اپنی بات منوانی چاہتے ہو تو کوئی ایسا معجزہ دکھاؤ جس کو دیکھ کر ہر شخص پکار اٹھے کہ بے شک تم خدا کے فرستادے ہو اور جو کچھ کہہ رہے ہو اسی کی طرف سے کہہ رہے ہو۔

قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَمَا كَانَ لَنَآ اَنْ نَّاْتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ وَمَا لَنَآ اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنَا سُبُلَنَا ؕ وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰى مَآ اٰذَيْتُمُوْنَا ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ (۱۱-۱۲)

رسولوں کا جواب

یہ رسولوں کا جواب نقل ہوا ہے کہ اگر تم کو ہماری بشریت پر اعتراض ہے تو ہم کو یہ اعتراف ہے کہ بلاشبہ ہم تمھاری ہی طرح بشر ہیں۔ ہم کو مافوق بشر ہونے کا دعویٰ نہیں ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ اپنے انھی بندوں میں سے جو بشر ہوتے ہیں جن پر چاہتا ہے اپنا فضل فرماتا ہے اور ان کو نبوت و رسالت کے منصب پر سرفراز کر دیتا ہے۔ ہم پر یہی فضل ہوا ہے۔ اس کے سوا ہم اور کسی چیز کا دعویٰ نہیں رکھتے۔

ہم دوسرے مقام پر یہ حقیقت واضح کر چکے ہیں کہ خدا کی ہر مشیت اس کی حکمت کے ساتھ ہے اس وجہ سے 'عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ' کا یہ مفہوم نہیں ہے کہ وہ جس کو چاہے پکڑ کے نبی اور رسول بنا دے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے بندوں میں سے جن کو اس منصب کے لیے اہل پاتا ہے ان میں سے جس کے لیے اس کی حکمت مقتضی ہوتی ہے اس کو اس کار عظیم کے لیے انتخاب فرماتا ہے۔

'وَمَا كَانَ لَنَآ اَنْ نَّاْتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ' یعنی اگر ہماری بشریت کی بنا پر ہمارے ہاتھوں کوئی واضح معجزہ دیکھے بغیر ہمیں رسول ماننے کے لیے تیار نہیں ہو تو یہ چیز ہمارے اختیار میں نہیں ہے۔ کوئی معجزہ تو ہم خدا ہی کے حکم سے دکھا سکتے ہیں۔ 'وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ' سو تمھارے اس مطالبہ کو ہم اللہ کے حوالے کرتے ہیں، اگر وہ چاہے گا تو کوئی معجزہ دکھا دے گا اور اگر نہ چاہے گا تو نہ دکھائے گا۔ اہل ایمان کے شایان شان بات یہی ہے کہ وہ اس طرح کے معاملات میں اللہ پر بھروسہ رکھیں۔

توکل کی بنیاد

'وَمَا لَنَآ اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنَا سُبُلَنَا الاٰیۃ' یہ خدا پر بھروسہ کرنے کی دلیل ارشاد ہوئی ہے کہ جن راستوں پر چلنے کی اس نے ہمیں خود ہدایت فرمائی ہے، ہمارا اعتماد ہے اور ہمیں اعتماد کرنا چاہیے کہ ان میں جو مزاحمتیں اور رکاوٹیں پیش آئیں گی ان کے دور کرنے میں وہ ہماری مدد اور رہنمائی فرمائے گا۔ انھی مزاحمتوں اور رکاوٹوں میں سے تمھارا یہ مطالبہ بھی ہے۔ ہم بھروسہ رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس معاملے میں بھی ہماری مدد فرمائے گا۔ ہماری ذمہ داری یہ ہے کہ ہم اس راستہ میں استقامت دکھائیں سو یہ عزم ہم رکھتے ہیں کہ تم جو ایذا بھی ہمیں پہنچاؤ گے

ہم اس پر صبر کریں گے اور اللہ پر بھروسہ کریں گے، اس لیے کہ اللہ ہی کی ذات ایسی ہے جس پر بھروسہ کرنے والوں کو بھروسہ کرنا چاہیے۔

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ أَرْضِنَا أَوْ لَتَعُودُنَّ فِي مِلَّتِنَا ۖ فَأَوْحَىٰ إِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظَّالِمِينَ ۝ وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْأَرْضَ مِنْ بَعْدِهِمْ ۚ ذَٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِي وَخَافَ وَعِيدِ (۱۳-۱۴)

رسولوں کو ان کی قوموں کی دھمکی

ہر رسول کی زندگی میں بالآخر یہ مرحلہ بھی پیش آیا ہے کہ اس کی دعوت سے تنگ آکر اس کی قوم نے اس کو یہ نوٹس دے دیا کہ یا تو تم ہماری ملت میں واپس آجاؤ ورنہ ہم تمھیں اپنی سرزمین سے جلاوطن کر دیں گے۔ جب نوبت یہاں تک پہنچی ہے تو اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی اپنے رسولوں کو یہ بشارت دے دی ہے کہ ہم ان ظالموں ہی کو ہلاک کر دیں گے اور ان کے بعد تمھیں زمین میں بسائیں گے۔ 'ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِي وَخَافَ وَعِيدِ' یعنی یہ عظیم بشارت ان کے لیے ہے جو میرے حضور پیشی اور میری وعید سے ایسے خائف رہے کہ ان کے مقابل میں انھوں نے کسی مصیبت اور کسی دھمکی کی بھی پروا نہیں کی۔

'أَوْ لَتَعُودُنَّ فِي مِلَّتِنَا' سے یہ بات لازم نہیں آتی کہ کوئی رسول اپنی زندگی کے کسی دور میں ملت جاہلیت کا پیرو بھی رہا ہے۔ انبیاء بعثت سے پہلے بھی فطرۃ اللہ پر قائم رہے لیکن چونکہ دعوت سے پہلے کی زندگی میں قوم کے لیے ان کے ساتھ عناد کی کوئی وجہ نہیں تھی اس وجہ سے قوم کے لوگ ان کو اپنی ہی ملت پر گمان کرتے رہے۔ بعد میں جب انھوں نے دعوت شروع کی تب قوم کے اشرار نے ان پر ملت سے انحراف کی بنا پر لعن طعن شروع کر دیا۔

رسولوں کے پیرؤں کے لیے تنبیہ

'ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِي وَخَافَ وَعِيدِ' میں رسولوں کے پیرؤں کے لیے تنبیہ اور استقامت کی تلقین ہے۔ آیت زیر بحث میں رسولوں کو جو بشارت دی گئی ہے اس میں چونکہ ان کے پیرو بھی شامل ہیں اس وجہ سے انھیں آگاہ کر دیا گیا کہ یہ بشارت ان کے لیے ہے جو ہر قسم کے مصائب کا مقابلہ کریں گے اور مخالفوں سے ڈر کر خدا کے خوف کو نظر انداز نہ کریں گے۔

ان آیات سے اس سورہ کے زمانۂ نزول پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ باتیں دعوت کے اس دور میں فرمائی گئی ہیں جب قریش نے اپنے ظلم و ستم سے ایسے حالات پیدا کر دیے ہیں کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے ساتھیوں کے لیے ہجرت کے سوا کوئی اور راہ باقی نہیں رہ گئی ہے۔

وَاسْتَفْتَحُوا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيدٍ (۱۵)

فیصلۂ حق و باطل کی دعا

کفار تکذیب کے جوش میں بار بار اپنے رسولوں سے یہ مطالبہ کرتے رہتے تھے کہ جس عذاب کی تم ہمیں بار بار دھمکی سنا رہے ہو وہ لا دو تاکہ اس قضیہ کا فیصلہ ہو جائے لیکن اللہ کے رسول اپنی رأفت کے سبب سے ان کے لیے یہی دعا کرتے تھے کہ ان کو ایمان لانے کی سعادت نصیب ہو۔ تاہم ہر چیز کی ایک حد ہوتی ہے۔ بالآخر ایک مرحلہ وہ بھی آیا جب رسولوں نے بھی یہ دعا کی ہے کہ

رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ — اے ہمارے رب ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان حق کے ساتھ

فَاَنْتَ خَیْرُ الْفٰتِحِیْنَ (اعراف-۸۹)   فیصلہ فرما دے اور تو بہترین فیصلہ فرمانے والا ہے۔

اس مرحلے میں جب رسول نے فیصلہ کے لیے دعا کی ہے تو اللہ کا فیصلہ فوراً ہی صادر ہو گیا ہے اور عذاب الٰہی نے سرکشوں اور شریروں کی کمر توڑ دی ہے۔

مِنْ وَّرَآىِٕهٖ جَهَنَّمُ وَ یُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِیْدٍۙ یَّتَجَرَّعُهٗ وَ لَا یَكَادُ یُسِیْغُهٗ وَ یَاْتِیْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّ مَا هُوَ بِمَیِّتٍؕ وَ مِنْ وَّرَآىِٕهٖ عَذَابٌ غَلِیْظٌ (۱۶-۱۷)

سرکشوں کے لیے آگے کا عذاب — یعنی ایسے سرکشوں اور جباروں کے لیے اسی عذاب دنیا پر بس نہیں ہے بلکہ ان کے لیے آگے جہنم بھی تیار کھڑی ہے جہاں ان کو پیپ لہو پینے کو ملے گا لیکن پیاس کا یہ عالم ہو گا کہ وہ اس کے گھونٹ بھریں گے اور اس کو حلق سے اتارنے کی کوشش کریں گے لیکن اس کو اتار نہ پائیں گے۔ ان پر موت ہر جانب سے پلی پڑی ہو گی لیکن ان کو موت نصیب نہیں ہو گی کہ اس عذاب سے چھٹکارا ملے اور اسی پر بس نہیں آگے ان کے لیے مزید سخت تر عذاب موجود ہو گا۔

۲- آگے کا مضمون ——— آیات ۱۸-۲۳

آگے کا احوال — آگے ان حالات کی تفصیل آرہی ہے جن سے ان کفار و مشرکین کو آخرت میں سابقہ پیش آئے گا۔ پیرو اپنے لیڈروں پر لعنت بھیجیں گے اور لیڈر اپنے پیروں پر یہاں تک کہ شیطان بھی اپنے پیچھے چلنے والوں کو صاف سنا دے گا کہ کوئی مجھے ملامت نہ کرے بلکہ جس نے میری پیروی کی ہے وہ آج اپنی بدبختی پر خود اپنا سر پیٹے۔ اس کے برعکس اہل ایمان کا حال یہ بیان ہوا ہے کہ وہ جنت میں براجمان ہوں گے اور ان کے درمیان مبارک سلامت کے تبادلے ہو رہے ہوں گے۔ آیات کی تلاوت فرمائیے۔

آیات ۱۸-۲۳

مَثَلُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ ِاشْتَدَّتْ بِهِ الرِّیْحُ
فِیْ یَوْمٍ عَاصِفٍؕ لَا یَقْدِرُوْنَ مِمَّا كَسَبُوْا عَلٰى شَیْءٍؕ ذٰلِكَ هُوَ
الضَّلٰلُ الْبَعِیْدُ ۱۸ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ
بِالْحَقِّؕ اِنْ یَّشَاْ یُذْهِبْكُمْ وَ یَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِیْدٍۙ ۱۹ وَّ مَا ذٰلِكَ
عَلَى اللّٰهِ بِعَزِیْزٍ ۲۰ وَ بَرَزُوْا لِلّٰهِ جَمِیْعًا فَقَالَ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِیْنَ
اسْتَكْبَرُوْۤا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا مِنْ عَذَابِ

اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۭ قَالُوْا لَوْ هَدٰىنَا اللّٰهُ لَهَدَيْنٰكُمْ ۭ سَوَاۗءٌ عَلَيْنَآ
اَجَزِعْنَآ اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِيْصٍ ۝۲۱ وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا ۳ ع ۹ ۱۵
قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ ۭ
وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ ۚ
فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ مَآ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَآ اَنْتُمْ
بِمُصْرِخِيَّ ۭ اِنِّىْ كَفَرْتُ بِمَآ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ ۭ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ
عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝۲۲ وَاُدْخِلَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ
تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۭ تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا
سَلٰمٌ ۝۲۳

ان لوگوں کے اعمال کی تمثیل جنھوں نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا یہ ہے کہ جیسے راکھ ہو جس پر آندھی کے دن باد تند چل جائے۔ جو کچھ انھوں نے کمائی کی ہو گی اس میں سے کچھ بھی ان کے پلے نہیں پڑے گی۔ یہی دور کی گمراہی ہے۔ کیا تم نے غور نہیں کیا کہ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو مقصد حق کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ اگر وہ چاہے تو تم کو فنا کر دے اور ایک نئی مخلوق کو لا بسائے۔ اور یہ اللہ کو ذرا مشکل نہیں۔ ۱۸-۲۰ ترجمہ آیات ۱۸-۲۳

اور سب اللہ کے حضور حاضر ہوں گے تو کمزور لوگ ان لوگوں سے جو بڑے بنے رہے کہیں گے کہ ہم تو تمھارے تابع رہے ہیں تو کیا اللہ کے اس عذاب میں سے کچھ تم ہمارا بوجھ ہلکا کرو گے؟ وہ جواب دیں گے کہ اگر اللہ نے ہم کو ہدایت دی ہوتی تو ہم بھی تمھیں ہدایت کی راہ دکھاتے اب ہمارے لیے یکساں ہے چیخیں چلائیں یا صبر کریں، ہمارے لیے کوئی مفر نہیں۔ ۲۱

اور جب معاملے کا فیصلہ ہو چکے گا، شیطان بولے گا کہ بے شک اللہ نے تم سے سچا وعدہ کیا تھا اور میں نے تم سے وعدہ کیا تو اس کی خلاف ورزی کی اور مجھے تم پر کوئی اختیار نہیں تھا بس میں نے تمھیں دعوت دی اور تم نے میری بات مان لی تو مجھے ملامت نہ کرنا، اپنے آپ ہی کو ملامت کرو، نہ میں تمھاری فریاد رسی کر سکتا اور نہ تم میری فریاد رسی کر سکتے۔ تم نے جو مجھے شریک بنا لیا تو میں نے اس کا پہلے سے انکار کر دیا۔ بے شک اپنی جانوں پر ظلم ڈھانے والوں ہی کے لیے دردناک عذاب ہے۔ ۲۲

اور جو لوگ ایمان لائے اور جنھوں نے بھلے کام کیے ہوں گے وہ ایسے باغوں میں اتارے جائیں گے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی، ان میں وہ اپنے رب کے حکم سے ہمیشہ رہیں گے اور اس میں ان کی تحیت آپس میں ایک دوسرے پر سلام ہوگی۔ ۲۳

۷۔ الفاظ کی تحقیق اور آیات کی وضاحت

مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ اشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ يَوْمٍ عَاصِفٍ ط
لَا يَقْدِرُوْنَ مِمَّا كَسَبُوْا عَلٰى شَيْءٍ ط ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ۔ ۱۸

شرک باعتبار حقیقت کفر ہے

'الذین کفروا' سے مراد وہ مشرکین ہی ہیں جو یہاں مخاطب ہیں۔ ہم دوسرے مقام میں یہ بات واضح کر چکے ہیں کہ شرک اپنی حقیقت کے اعتبار سے کفر ہی ہے۔ دین میں خدا کا صرف وہی ماننا معتبر ہے جو کامل توحید کے ساتھ ہو۔ اگر اس کی ذات یا صفات یا اس کے حقوق میں کسی اور کو شریک بنا کر اس کو مانا جائے تو یہ ماننا معتبر نہیں ہے۔ یہ اس کے انکار ہی کے ہم معنی ہے۔

مشرکین کے اعمال کی تمثیل

یہ ان مشرکین کے اعمال کی تمثیل ہے کہ قیامت کے دن اعمال کا یہ حال ہوگا۔ ظاہر ہے کہ اعمال سے مراد یہاں ان کے وہ اعمال ہیں جو اپنی دانست میں انھوں نے نیکی کے اعمال سمجھ کر انجام دیے۔ فرمایا کہ قیامت کے روز ان کے اعمال راکھ کے ایک ڈھیر کی مانند ہوں گے جس پر کسی آندھی والے دن میں تند ہوا چل جائے اور وہ سب کو اڑا لے جائے۔ 'لَا يَقْدِرُوْنَ مِمَّا كَسَبُوْا عَلٰى شَيْءٍ' یعنی اس ساری کمائی میں سے، جو شرک کے ساتھ انھوں نے کی ہوگی کچھ بھی ان کے پلے پڑنے والی نہیں، وہ ساری کی ساری خاک اور راکھ ہو کر اڑ جائے گی، صرف

اس کا وبال ان کے حصہ میں آئے گا۔ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ یعنی ایک گم شدگی، گمراہی اور محرومی تو وہ ہوتی ہے جس کے بعد لوٹنے اور راستہ پانے کا بھی امکان باقی رہ جاتا ہے لیکن یہ وہ دور کی گم شدگی اور محرومی ہے جس کے بعد لوٹنے اور پانے کا سرے سے کوئی امکان ہی باقی نہیں رہے گا۔ یہاں اسی سورہ کی آیت ۳ پر ایک نظر پھر ڈال لیجیے۔ اور اسی طرح کے لوگوں کے اعمال کی ایک نہایت اعلیٰ تمثیل سورۂ نور کی آیت ۳۹ میں بھی ہے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۭ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ۙ وَّمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ (۱۹-۲۰)

قریش کو دھمکی

یہ واضح الفاظ میں قریش کو دھمکی ہے کہ تم نے اس امر پر غور نہیں کیا کہ یہ دنیا کسی کھلنڈرے کا کھیل تماشا نہیں ہے بلکہ اللہ نے اس کو غایت و مقصد کے ساتھ پیدا کیا ہے اور تمہارا وجود اس غایت و مقصد کے بالکل خلاف ہو کر رہ گیا ہے تو آخر وہ تم کو کس کام کے لیے اس زمین کی پشت پر لادے رکھے گا جب کہ اس کی قدرت کا یہ عالم ہے کہ اگر وہ چاہے تو ابھی چشم زدن میں تم سب کو فنا کر دے اور ایک نئی مخلوق لا کھڑی کرے۔ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ یعنی یہ نہ سمجھو کہ خدا کے لیے یہ کام کچھ مشکل ہے یا یہ اس پر کچھ گراں گزرے گا۔ اس کی قدرت کی بھی کوئی حد نہیں ہے اور رافت و رحمت کے ساتھ ساتھ وہ عدل و قسط کا قائم کرنے والا بھی ہے تو ان لوگوں کو فنا کر دینا اس پر کیوں گراں گزرے گا جنھوں نے ہر شعبۂ زندگی میں عدل و قسط کو بالکل مٹا کر رکھ دیا ہے۔

وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ جَمِيْعًا فَقَالَ الضُّعَفٰۗؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۭ قَالُوْا لَوْ هَدٰىنَا اللّٰهُ لَهَدَيْنٰكُمْ ۭ سَوَاۗءٌ عَلَيْنَآ اَجَزِعْنَآ اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِيْصٍ (۲۱)

آخرت کی حضوری

وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ جَمِيْعًا ’بُرُوز‘ کے اصل معنی پردہ کی اوٹ سے باہر آنے کے ہیں۔ یہاں اس لفظ کے استعمال میں یہ بلاغت ہے کہ ایک وقت آئے گا جب وہ سارے لوگ جو اس دنیا میں اپنے مزعومہ شرکاء و شفعاء کو اوٹ اور سپر بنائے ہوئے ہیں اور وہ لوگ بھی جو سرپرست اور سپر بنے ہوئے ہیں سب صرف خدائے واحد کے حضور حاضر ہوں گے اور وہاں کوئی کسی کا سرپرست، ساتھی اور مددگار نہ ہوگا۔ اس وقت چھوٹے اپنے بڑوں سے کہیں گے کہ دنیا میں ہم آپ لوگوں کے پیچھے چلنے والے رہے ہیں، جو کچھ آپ لوگوں نے حکم دیا ہم نے اس کی تعمیل کی جس کے نتیجہ میں یہ عذاب ہمارے سامنے کھڑا ہے۔ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ تو کیا اس عذاب میں سے بھی آپ لوگ کچھ ہمارا بار ہلکا کریں گے؟ ’اَغْنَاهُ عَنْهُ‘ کے معنی ہیں ’كَفَاهُ‘۔

لیڈروں کا جواب

قَالُوْا لَوْ هَدٰىنَا اللّٰهُ ... الاٰية بڑے اور لیڈر لوگ یہ جواب دیں گے کہ ہم جو کچھ خود تھے وہی ہم نے تم کو بھی بنایا۔ اگر ہم خود ہدایت پر ہوتے تو تمہیں بھی اس کی راہ دکھاتے۔ اب تو شکوہ شکایت کا وقت گزر چکا،

یہ تو سانچ بھگتنے کا وقت ہے اور یہ ایسے اٹل ہیں کہ خواہ ہم چیخیں چلائیں یا صبر کریں نہ یہ ٹلنے والے ہیں اور نہ ہمارے لیے کوئی راہ فرار باقی رہی ہے۔

وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ ۭ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ ۚ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ مَآ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ ۭ اِنِّىْ كَفَرْتُ بِمَآ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ ۭ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (۲۲)

شیطان کا جواب

وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ۔ یعنی جب ائمۂ کفر اور ان کے پیرووں کا قضیہ ختم ہو چکے گا اور شیطان دیکھے گا کہ ان کے ہاں کیا جوتیوں میں دال بٹی ہے تو اسے لازماً اندیشہ ہوگا کہ اب یہ دونوں فریق آپس کی جنگ سے فارغ ہو کر اس پر لعنت ملامت کے لیے پل پڑیں گے۔ چنانچہ وہ پیش قدمی کر کے پہلے ہی ان کو چپ کرنے کی کوشش کرے گا۔

پہلی بات وہ یہ کہے گا کہ خدا نے جو وعدہ جزا و سزا کا تم سے کیا تھا وہ سچا وعدہ تھا چنانچہ اس نے اپنے وعدہ کی خلاف ورزی نہیں کی بلکہ اس کو پورا کر دکھایا البتہ میں نے جو سبز باغ تمھیں دکھائے تھے وہ محض جھوٹ اور فریب تھے چنانچہ میں نے ان میں سے کوئی وعدہ بھی پورا نہیں کیا۔

اس کی دوسری بات یہ ہوگی کہ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ ۚ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ کہ بہرحال مجھے تم کو گمراہی کے راستے پر ڈال دینے کا کوئی اختیار نہیں تھا اگر کوئی اختیار حاصل تھا تو وہ صرف اس قدر تھا کہ میں تمھیں گمراہی کی دعوت اور ترغیب دے سکوں۔ اس گمراہی کو اگر تم نے اختیار کیا تو اپنی پسند اور اپنے اختیار سے کیا تو اس باب میں مجھے کوئی ملامت نہ کرنا بلکہ خود اپنے ہی کو ملامت کرنا۔

تیسری بات وہ یہ کہے گا کہ مَآ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ ۭ اِنِّىْ كَفَرْتُ بِمَآ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ۔ اب ایک دوسرے کو لعنت ملامت کرنے سے کچھ حاصل نہیں، اب نہ میں تمھاری کوئی فریادرسی کر سکتا ہوں اور نہ تم میری کوئی فریادرسی کر سکتے ہو تو قبل اس کے کہ تم مجھے کوئی ملامت شروع کرو تم نے جو مجھے شریک خدا بنایا اور اطاعت میں مجھے اس کا شریک ٹھہرایا میں نے اس سے اپنی برأت کا اعلان کر دیا۔

وَاُدْخِلَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۭ تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ (۲۳)

اہل ایمان کا انجام

اہل کفر و شرک کا انجام واضح کر دینے کے بعد یہ اہل ایمان کا انجام بیان ہوا کہ وہ جنت میں ہوں گے اور وہاں وہ ایک دوسرے کو اہلاً و سہلاً، احسنت و مرحبا اور سلام و رحمت کے ساتھ خیر مقدم کریں گے اس لیے کہ انھوں نے ایک دوسرے کو صحیح مشورے دیے جن کا انجام ان کے سامنے بہتر سے بہتر شکل میں موجود

ہوگا۔ اوپر کفار کی باہمی لعن طعن کے مقابل میں رکھ کے اس آیت کو پڑھیے تب اس کا اصل زور سامنے آئے گا۔

۸- آگے کا مضمون ـــــ آیات ۲۴-۲۷

توحید اور شرک کی تمثیل

اوپر کی آیات میں شرکیہ و کفریہ اعمال کی تمثیل بیان ہوئی۔ اب آگے کی آیات میں شرکیہ عقائد و نظریات اور توحید اور اس پر مبنی عقائد و نظریات کی تمثیل بیان ہو رہی ہے۔ تاکہ واضح ہو سکے کہ شرک کی کوئی بنیاد نہ عقل و فطرت کے اندر ہے اور نہ خدا کے ہاں اس کی کوئی جڑ ہے اس وجہ سے اس پر مبنی اعمال سب ہوا میں اڑ جائیں گے۔ اس کے برعکس توحید کی بنیاد عقل و فطرت میں بھی ہے اور عنداللہ بھی اس کی بنیاد ہے، زمین میں بھی اس کی جڑیں گہری اتری ہوئی ہیں اور فضا میں بھی اس کی شاخیں پھیلی ہوئی ہیں، اس وجہ سے جو لوگ توحید پر قائم ہیں اللہ تعالیٰ ان کو دنیا اور آخرت دونوں میں رسوخ قدم اور تمکن بخشے گا۔ آیات کی تلاوت فرمائیے۔

آیات ۲۴-۲۷

أَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا
ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ ﴿۲۴﴾ تُؤْتِيْٓ أُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍۢ بِإِذْنِ
رَبِّهَا ۗ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۵﴾
وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةِ ِۨاجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْأَرْضِ
مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ ﴿۲۶﴾ يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي
الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ ۙ وَيَفْعَلُ
اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ﴿۲۷﴾

ع ۴ ۱۶

ترجمۂ آیات ۲۴-۲۷

کیا تم نے غور نہیں کیا، کس طرح تمثیل بیان فرمائی ہے اللہ نے کلمۂ طیبہ کی۔ وہ ایک شجرہ طیبہ کے مانند ہے جس کی جڑ زمین میں اتری ہوئی ہے اور جس کی شاخیں فضا میں پھیلی ہوئی ہیں۔ وہ اپنا پھل ہر فصل میں اپنے رب کے حکم سے دیتا رہتا ہے اور اللہ لوگوں کے لیے تمثیلیں بیان کرتا ہے تاکہ وہ یاددہانی حاصل کریں۔ ۲۴-۲۵

اور کلمۂ خبیثہ کی تمثیل ایک شجرۂ خبیثہ کی ہے جو زمین کے اوپر ہی سے اکھاڑ لیا جائے،
اسے ذرا ثبات حاصل نہ ہو۔ ۲۶

اللہ اہلِ ایمان کو قولِ محکم کی بدولت دنیا کی زندگی میں بھی ثبات عطا فرمائے گا اور آخرت
میں بھی اور اللہ اپنی جانوں پر ظلم ڈھانے والوں کے اعمال رائگاں کر دے گا اور اللہ جو چاہے
کرتا ہے۔ ۲۷

۹۔ الفاظ کی تحقیق اور آیات کی وضاحت

اَلَمْ تَرَ کَیْفَ ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا کَلِمَۃً طَیِّبَۃً کَشَجَرَۃٍ طَیِّبَۃٍ اَصْلُھَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُھَا
فِی السَّمَآءِ ۔ تُؤْتِیْٓ اُکُلَھَا کُلَّ حِیْنٍۢ بِاِذْنِ رَبِّھَا ۔ وَیَضْرِبُ اللّٰہُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّھُمْ یَتَذَکَّرُوْنَ (۲۴-۲۵)

'اَلَمْ تَرَ' کا خطاب

'اَلَمْ تَرَ' اگرچہ لفظ واحد ہے لیکن اس کا خطاب عام ہے۔ گویا مخاطب، گروہ کے ایک ایک شخص کو فرداً فرداً خطاب کر کے آگے آنے والی تمثیلات پر غور کرنے کی دعوت دی جا رہی ہے۔

'کلمۂ طیبہ' سے مراد

'کلمہ طیبہ' سے کلمۂ توحید اور اس پر مبنی عقائد و نظریات مراد ہیں۔

'شجرۃ طیبۃ' سے مراد

'شجرۃ طیبۃ' وہ درخت جو مثمر، سایہ دار، نفع بخش اور بابرکت ہو۔

متقابل الفاظ کا حذف

'اَصْلُھَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُھَا فِی السَّمَآءِ' میں مذکورہ الفاظ کے متقابل الفاظ محذوف ہیں۔ مثلاً پہلے جملہ میں 'ثَابِتٌ' کا لفظ ظاہر فرمایا تو دوسرے ٹکڑے میں 'فَرْعُھَا' کے بعد اس کا متقابل لفظ 'عَالٍ' یا اس کے ہم معنی کوئی لفظ حذف کر دیا۔ اسی طرح دوسرے جملے میں 'فِی السَّمَآءِ' کو ظاہر فرمایا تو پہلے ٹکڑے میں 'ثَابِتٌ' کے بعد 'فِی الْاَرْضِ' محذوف کر دیا۔ اس قسم کے حذف کی مثالیں قرآن مجید اور عربی ادب میں بہت ہیں۔ اس کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ الفاظ کم استعمال ہوتے ہیں اور معانی ان کے اندر زیادہ سما جاتے ہیں۔ ان محذوفات کو کھول کر اس کا ترجمہ کیجیے تو ترجمہ یہ ہوگا۔ اس کی جڑ زمین کی تہوں میں اتری ہوئی اور اس کی شاخیں فضائے آسمانی میں پھیلی ہوئی ہیں۔ لفظ 'سَمَاء' جس طرح آسمان کے لیے آتا ہے اسی طرح فضا کے لیے بھی اس کا استعمال معروف ہے۔ درخت چونکہ زمین اور فضا دونوں سے غذا اور قوت حاصل کرتا ہے اس لیے فرمایا کہ 'اَصْلُھَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُھَا فِی السَّمَآءِ' یعنی زمین میں اس کی جڑیں اتری ہوئی ہونے کے سبب سے زمین سے بھی اسے پوری غذا مل رہی ہے اور شاخیں فضا میں پھیلی ہوئی ہونے کی وجہ سے فضا بھی اس کی پرورش میں پورا پورا حصہ لے رہی ہے۔

کلمۂ توحید سدا بہار ہے

'تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍۢ بِاِذْنِ رَبِّهَا' یہ اس درخت کے سدا بہار ہونے کی تعبیر ہے۔ یعنی اس درخت پر کبھی خزاں نہیں آتی بلکہ یہ اپنے رب کے حکم سے ہمیشہ پھل دیتا ہے۔

کلمۂ توحید کی تمثیل

کلمۂ توحید کی تمثیل ایک ایسے درخت سے دے کر قرآن نے ایک حقیقت تو یہ واضح فرمائی کہ اس کی جڑیں انسانی عقل و فطرت کے اندر بھی گہری اتری ہوئی ہیں اور عند اللہ بھی یہ سب سے زیادہ قدر و قیمت رکھنے والی حقیقت ہے۔ گویا زمین و آسمان دونوں میں جو مقام اس کو حاصل ہے وہ کسی اور چیز کو حاصل نہیں۔

دوسری حقیقت یہ واضح فرمائی کہ اس کو انسانی فطرت کے اندر سے بھی برابر غذا اور قوت حاصل ہوتی رہتی ہے اور اوپر سے بھی برابر ترشحات اس پر نازل ہوتے رہتے ہیں جو اس کو ہمیشہ سرسبز و شاداب رکھتے ہیں۔

تیسری حقیقت یہ واضح فرمائی کہ اس کی برکات ابدی اور دائمی ہیں۔ اس کا فیض ہمیشہ جاری رہتا ہے جس کے سینہ میں یہ نور موجود ہے وہ ہمیشہ آسودہ اور شادکام رہتا ہے۔

مخاطبوں کو تنبیہ اور احسان کی یاددہانی

'يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ' یہ اللہ تعالیٰ نے مخاطبوں یعنی قریش کو تنبیہ بھی فرمایا ہے اور ان کو اپنے احسان کی یاددہانی بھی فرمائی ہے کہ یہ تمثیلیں ہم ان کو اس لیے سنا رہے ہیں کہ وہ چیتیں اور سوچیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو کس مقام بلند کی سرفرازی بخشنا چاہتا ہے لیکن وہ ہیں کہ اسی جوہڑ میں پڑے رہنا چاہتے ہیں جس میں شیطان نے ان کو دھکیل رکھا ہے۔ یہ امر یہاں ملحوظ رہے کہ تمثیلوں میں چونکہ حقائق مجسم کا جامہ اختیار کر لیتے ہیں اس وجہ سے تقریب فہم کے پہلو سے ان کی بڑی اہمیت ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء اور داعیان حق نے اس سے بڑا کام لیا ہے لیکن افسوس ہے کہ نادانوں نے کبھی اس کی قدر نہیں کی۔

وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةِ ۨ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ (۲۶)

'کلمۂ خبیثہ' سے مراد

کلمۂ خبیثہ سے مراد کلمۂ شرک اور مبنی بر شرک و کفر عقائد و نظریات ہیں۔

'شجرۂ خبیثہ' سے مراد

'شَجَرَةٍ خَبِيْثَةٍ' جھاڑ جھنکاڑ کے قسم کا درخت جس میں نہ پھول نہ پھل، نہ سایہ نہ غذا۔ ہاتھ لگائیے تو اس کے کانٹے ہاتھوں کو زخمی کریں، چکھیے تو اس کی تلخی سے زبان اینٹھ جائے، پاس بیٹھیے تو اس کی بو سے قوت شامہ ماؤف ہو کے رہ جائے۔

'اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ' یعنی زمین میں اس کی کوئی جڑ نہیں۔ اکھاڑیے تو زمین کے اوپر ہی سے اس کو اکھاڑ لیجیے۔ اس میں ذرا ثبات نہیں اور جس کے لیے زمین میں ثبات نہیں اس کے لیے فضا میں پھیلنے کا کوئی امکان ہی نہیں۔

کلمۂ شرک کی تمثیل

پھر کلمۂ شرک کی تمثیل بیان ہوئی کہ اس کی مثال خودرو، خاردار، بدبودار، بے فیض و بے ثمر جھاڑیوں کی ہے۔ نہ ان کی کوئی گہری جڑ ہوتی ہے نہ فضا میں ان کا کوئی پھیلاؤ ہوتا۔ کوئی اکھاڑنا چاہے تو اوپر ہی سے

ان کو اکھاڑ کے رکھ دے۔

اس تمثیل سے یہ بات واضح ہوئی کہ شرک کی کوئی بنیاد نہ عقل و فطرت کے اندر ہے نہ خدا کے اتارے ہوئے دین میں۔ یہ خود رو خبیث جھاڑیوں کی طرح جہاں جگہ پا جاتا ہے وہاں اگ پڑتا ہے۔ اگر اس کو اکھاڑنے والے ہاتھ موجود ہوں تو بڑی آسانی سے اس کو اکھاڑ کے پھینک سکتے ہیں لیکن اکھاڑنے والے ہاتھ موجود نہ ہوں تو پھر یہ بہت سی جگہ گھیر لیتا ہے۔

اہل ایمان کے لیے بشارت

اس میں اہل ایمان کے لیے یہ بشارت بھی ہے کہ ان کے اردگرد شرک و کفر کے جو جھاڑ جھنکار پھیلے ہوئے ہیں ان کی عمر اب زیادہ نہیں ہے۔ خدا نے وہ ہاتھ پیدا کر دیے ہیں جو ان ناپائیدار اور خبیث جھاڑیوں سے بہت جلد اس سرزمین کو پاک کر دیں گے۔

یُثَبِّتُ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا بِالۡقَوۡلِ الثَّابِتِ فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا وَ فِی الۡاٰخِرَۃِ ۚ وَ یُضِلُّ اللّٰہُ الظّٰلِمِیۡنَ ۟ۙ وَ یَفۡعَلُ اللّٰہُ مَا یَشَآءُ ۔ ۲۷

'کلمۂ ثابت' سے مراد کلمۂ توحید ہے

'قَوۡلِ ثَابِت' سے مراد وہی کلمۂ توحید ہے جس کی آسمان و زمین اور فطرت و کائنات دونوں میں پائداری و استواری کی تعریف اوپر گزر چکی ہے۔

'وَ یُضِلُّ اللّٰہُ الظّٰلِمِیۡنَ' میں اضلال سے مراد کوششوں اور محنتوں کو رائیگاں کر دینا ہے جیسا کہ سورۂ محمد کی آیت ۱ میں ہے۔ 'اَلَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا وَ صَدُّوۡا عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ اَضَلَّ اَعۡمَالَہُمۡ' (جنھوں نے کفر کیا اور خدا کی راہ سے لوگوں کو روکا خدا نے ان کی کوششیں رائیگاں کر دیں) 'ظَالِمِیۡنَ' سے مراد مشرکین ہیں اس لیے کہ شرک، جیسا کہ قرآن میں تصریح ہے، سب سے بڑا ظلم ہے۔

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ توحید کے کلمۂ ثابت و محکم کی بدولت اہل ایمان کو تو دنیا اور آخرت دونوں میں پائیداری و استواری بخشے گا۔ رہے مشرکین تو اللہ ان کے سارے اعمال کو، جیسا کہ اوپر گزرا، راکھ اور خاک کی طرح برباد کر دے گا۔ 'وَ یَفۡعَلُ اللّٰہُ مَا یَشَآءُ' یعنی خدا جو چاہے گا کر ڈالے گا، نہ کوئی اس کا ہاتھ پکڑنے والا بن سکے گا اور نہ کسی کی سعی و سفارش اس کے ہاں کچھ کام آئے گی۔ وہ بات یہاں پیش نظر رہے جس کا ذکر ہم بار بار کر چکے ہیں کہ خدا کی مشیت ہمیشہ اس کے عدل اور اس کی حکمت کے ساتھ ہے۔

۱۰۔ آگے کا مضمون ——— آیات ۲۸-۳۴

قریش کو وعید اور اہل ایمان کو بشارت

آگے نہایت صاف الفاظ میں پہلے قریش کو تہدید و وعید ہے کہ چونکہ انھی نے اپنی قوم کو اس ہلاکت کے گڑھے میں گرایا ہے اس وجہ سے ان کا ٹھکانا جہنم ہے۔ اس کے بعد مسلمانوں کو کامیابی کی بشارت ہے اور ساتھ ہی اس کامیابی کے لیے انھیں جو تیاری کرنی چاہیے اس کی طرف اشارہ۔ اس روشنی میں آگے کی آیات کی تلاوت فرمائیے۔

آیات ۲۸-۳۴

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ بَدَّلُوا نِعْمَتَ اللَّهِ كُفْرًا وَأَحَلُّوا قَوْمَهُمْ
دَارَ الْبَوَارِ ﴿۲۸﴾ جَهَنَّمَ يَصْلَوْنَهَا ۖ وَبِئْسَ الْقَرَارُ ﴿۲۹﴾ وَجَعَلُوا لِلَّهِ
أَنْدَادًا لِيُضِلُّوا عَنْ سَبِيلِهِ ۗ قُلْ تَمَتَّعُوا فَإِنَّ مَصِيرَكُمْ إِلَى
النَّارِ ﴿۳۰﴾ قُلْ لِعِبَادِيَ الَّذِينَ آمَنُوا يُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُنْفِقُوا مِمَّا
رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ يَوْمٌ لَا بَيْعٌ فِيهِ وَلَا
خِلَالٌ ﴿۳۱﴾ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ
مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَكُمْ ۖ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ
لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ بِأَمْرِهِ ۖ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْأَنْهَارَ ﴿۳۲﴾ وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ
وَالْقَمَرَ دَائِبَيْنِ ۖ وَسَخَّرَ لَكُمُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ ﴿۳۳﴾ وَآتَاكُمْ مِنْ كُلِّ مَا
سَأَلْتُمُوهُ ۚ وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَتَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا ۗ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَظَلُومٌ
كَفَّارٌ ﴿۳۴﴾ ع ۵ ۱۷

ترجمۂ آیات ۲۸-۳۴

کیا تم نے ان لوگوں کے حال پر غور نہیں کیا جنھوں نے اللہ کی نعمت کے عوض میں کفر کیا اور اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر — جہنم — میں لا اتارا۔ جس میں وہ داخل ہوں گے اور وہ کیا ہی برا ٹھکانا ہے۔ اور انھوں نے اللہ کے شریک ٹھہرائے تاکہ اس کے راستہ سے لوگوں کو گمراہ کرکے ہٹائیں کہہ دو چند دن عیش کرلو۔ بالآخر تمھارا ٹھکانا دوزخ ہے۔ ۲۸-۳۰

میرے ان بندوں کو جو ایمان لائے ہیں کہہ دو کہ نماز کا اہتمام رکھیں اور جو کچھ ہم نے ان کو عطا کیا ہے اس میں سے پوشیدہ و علانیہ خرچ کریں پیشتر اس کے کہ وہ دن آئے جس میں نہ خرید و فروخت ہوگی اور نہ دوستی کام آئے گی۔ ۳۱

اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور بادلوں سے پانی اتارا پھر اس سے مختلف قسم کے پھل تمھارے رزق کے لیے پیدا کیے اور کشتی کو تمھاری نفع رسانی میں لگا دیا تاکہ وہ سمندر میں اس کے حکم سے چلے اور اس نے دریاؤں کو بھی تمھاری نفع رسانی میں لگا دیا، اور سورج اور چاند کو بھی تمھاری نفع رسانی میں لگا دیا، دونوں ایک ہی انداز پر گردش میں ہیں اور دن اور رات کو بھی۔ اور تم کو ہر اس چیز میں سے بخشا جس کے تم طالب بنے۔ اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گننا چاہو گے تو ان کو شمار نہ کر پاؤ گے۔ بے شک انسان بڑا ہی حق تلف ناشکرا ہے۔ ۳۲-۳۴

۱۱۔ الفاظ کی تحقیق اور آیات کی وضاحت

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ بَدَّلُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا وَّأَحَلُّوا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ ۝ جَهَنَّمَ يَصْلَوْنَهَا ۚ وَبِئْسَ الْقَرَارُ ۝ وَجَعَلُوا لِلّٰهِ أَندَادًا لِّيُضِلُّوا عَن سَبِيلِهِ ۗ قُلْ تَمَتَّعُوا فَإِنَّ مَصِيرَكُمْ إِلَى النَّارِ (۲۸-۳۰)

'الم تر' کے استعمال کا ایک خاص محل

'اَلَمْ تَرَ' کے خطاب میں فی الجملہ اظہار شان اور اظہار تعجب کا پہلو بھی ہوتا ہے۔ یہاں سیاق و سباق دلیل ہے کہ موقع اظہار تعجب، اور ملامت کا اور اشارہ قریش اور ان کے لیڈروں کی طرف ہے اس لیے کہ عرب میں انہی کا یہ مقام تھا کہ انھوں نے اپنی قوم کو جیسا کہ 'اَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ' کے الفاظ سے واضح ہے، شرک، اور کفر کے گڑھے میں دھکیلا اور اس طرح اپنے لیے بھی اور دوسروں کے لیے بھی جہنم کا سامان کیا۔

قریش کا کفران نعمت

'بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا' یعنی ان کو نعمتیں تو تمام اللہ کے فضل و رحمت اور حضرت ابراہیمؑ کی دعا کی برکت سے، جیسا کہ آگے تفصیل آ رہی ہے، ملیں۔ خدا نے ان کو حرم کی پاسبانی کی بدولت تمام عرب کی سیادت و قیادت بخشی، ان کو بدویانہ اور گلہ بانی کی غیر مطمئن زندگی کی جگہ شہری زندگی کا سکون بخشا، ایک وادی غیر ذی زرع میں رزق و فضل کے دروازے کھولے لیکن انھوں نے ان سب کی یہ قدر کی کہ کفر و شرک کی زندگی اختیار کر لی اور بہت سے شرکاء و شفعاء ایجاد کر کے خلق کو خدا سے موڑ کر ان کی طرف جھونک دیا۔

'قُلْ تَمَتَّعُوْا' الآیۃ یعنی ان کو سنا دو کہ چند دن عیش کر لو اس لیے کہ بالآخر تمھارا ٹھکانا دوزخ ہے خدا کے خوان کرم کی نعمتوں سے متمتع ہونا اور سر نیاز و عقیدت دوسروں کے آگے جھکانا زیادہ دیر چلنے والی بات نہیں، یہ چند روزہ مہلت ہے جو بہت جلد ختم ہونے والی ہے۔

قُلْ لِّعِبَادِيَ الَّذِينَ آمَنُوا يُقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَيُنفِقُوا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً مِّن قَبْلِ

اَنۡ یَّاۡتِیَ یَوۡمٌ لَّا بَیۡعٌ فِیۡهِ وَلَا خِلٰلٌ (۳۱)

'خِلٰل' کے معنی دوستی اور مواخات کے ہیں اور لفظ 'بَیۡع' بعض مواقع میں خرید و فروخت، دونوں معنوں میں آتا ہے، جب تبادلہ چیز کا چیز سے ہو تو معاملت کے دونوں فریق بائع بھی ہوتے ہیں اور مشتری بھی۔

مسلمانوں کو پیغام — قریش کو انذار کے بعد اب یہ پیغام مسلمانوں کے لیے ہے کہ ان سے کہہ دو کہ وہ نماز کا اہتمام کریں اور خدا کی راہ میں سرًّا و علانیۃً دونوں طرح خرچ کریں۔ سرًّا اس لیے کہ انفاق فی سبیل اللہ کی اصل روح اخلاص ہے اور یہ اسی انفاق میں پایا جاتا ہے جو در پردہ ہو اور علانیۃً اس لیے کہ ایک پہلو اس کا بھی باعث خیر و برکت ہے، وہ یہ کہ اس سے دوسروں کو انفاق کی ترغیب و تشویق ہوتی ہے۔ سرًّا کی تقدیم سے یہ بات نکلتی ہے کہ اس طرح کا انفاق اولیٰ و افضل ہے۔

انفاق کی اصل ضرورت — 'لَا بَیۡعٌ فِیۡهِ وَلَا خِلٰلٌ' میں اس انفاق کی اصل ضرورت کا اظہار ہے کہ اصلاً یہ دوسروں کے لیے مطلوب نہیں ہے بلکہ خود خرچ کرنے والے کی اپنی نجات و فلاح کے لیے یہ مطلوب ہے اس لیے کہ آگے ایک ایسا دور آنے والا ہے جس میں نہ خرید و فروخت ہو گی نہ دوستی اور رشتہ داری کام آئے گی۔ اگر کام آئے گا تو یہی انفاق جو کسی نے اللہ کی راہ میں کیا ہو گا۔

مسلمانوں کو مستقبل کی کامیابی کی بشارت — آیت کے الفاظ، اس کے اسلوب اور موقع و محل پر اچھی طرح غور کیجیے تو اس کے اندر مسلمانوں کے لیے مستقبل کی کامیابی کی بشارت بھی مضمر ہے۔ اس کے اندر یہ بات پوشیدہ ہے کہ قریش نے تو جو امانت حضرت ابراہیمؑ سے وراثت میں پائی تھی اس کے تمام مقاصد برباد کر کے رکھ دیے۔ اب اہل ایمان کے لیے یہ موقع ہے کہ وہ ان مقاصد کے لیے اپنے آپ کو تیار کریں اور اس امانت کے امین بنیں۔

اَللّٰهُ الَّذِیۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ وَاَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخۡرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزۡقًا لَّكُمۡ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الۡفُلۡكَ لِتَجۡرِیَ فِی الۡبَحۡرِ بِاَمۡرِهٖ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الۡاَنۡهٰرَ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمۡسَ وَالۡقَمَرَ دَآئِبَیۡنِ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّیۡلَ وَالنَّهَارَ ۚ وَاٰتٰىكُمۡ مِّنۡ كُلِّ مَا سَاَلۡتُمُوۡهُ ؕ وَاِنۡ تَعُدُّوۡا نِعۡمَتَ اللّٰهِ لَا تُحۡصُوۡهَا ؕ اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَظَلُوۡمٌ كَفَّارٌ (۳۲-۳۴)

یہ اسی مضمون کی مزید وضاحت ہے جو اوپر گزر چکا ہے کہ نعمتیں تو ساری کی ساری اللہ نے بخشیں لیکن ظالم مشرکوں نے ان میں سے ایک ایک کو اپنے مزعومہ دیوتاؤں کی طرف منسوب کر کے ان کی عبادت شروع کر دی۔ بارش، کشتی، دریا، سورج، چاند، شب اور روز سب کو انسان کی نفع رسانی میں اللہ نے سرگرم کیا ہے لیکن ان میں سے بعض چیزوں کو تو نادانوں نے انسان کی خود دیوتا بنا دیا اور جن کو دیوتا نہیں بنایا ان پر دوسرے دیوتا حاکم و متصرف بنا دیے اور ان کی جے پکارنے لگے۔

نفع رسانی کے لیے اشیاء کی تسخیر — 'سَخَّرَ لَكُمۡ' کا مفہوم ہم دوسرے مقام میں واضح کر چکے ہیں کہ کسی شے کو کسی کی نفع رسانی میں لگا دینے کا ہے۔ آسمان و زمین، سورج اور چاند سب مسخر خدا ہی کے ہاتھ میں ہیں، البتہ خدا نے ان کو انسان کی نفع رسانی میں لگا رکھا ہے اور یہ اس کا فضل و کرم ہے۔

وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَيْنِ: دَآئِب کے معنی مستمر کے ہیں۔ یعنی ایک ہی انداز، ایک ہی راہ اور ایک ہی مدار و مستقر پر سیکنڈ اور منٹ کی پابندی کے ساتھ، اپنی مفوضہ خدمت کی انجام دہی میں مصروف ہیں، مجال نہیں کہ اس میں سر مو فرق آنے پائے۔ غور کرو کہ یہ ان کے معبود ہونے کی علامت ہے یا اصل حاکمِ کائنات خدائے عزیز و علیم کے محکوم و مقہور ہونے کی؟

وَاٰتٰكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ: یہ خطاب انسان سے بحیثیت انسان ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تم اپنی فطرت و خلقت کی رو سے جن چیزوں کے محتاج بنائے گئے ان ساری چیزوں میں سے اللہ نے تمھیں اپنی حکمت و مصلحت کے مطابق بخشیں۔ طلب اور اس کے جواب میں یہ کامل مطابقت خود سب سے بڑی شہادت اس بات کی ہے کہ جس نے تم کو پیدا کیا اسی نے تمھاری ساری ضرورتوں کا اہتمام فرمایا ہے۔

اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ: لفظ انسان اگرچہ عام ہے لیکن روئے سخن انہی مشرکین کی طرف ہے جن کا ذکر اوپر کی آیت میں گزرا۔ چونکہ وہ اپنی نالائقی کے سبب سے لائقِ التفات نہیں اس وجہ سے بات عام صیغہ سے کہہ دی گئی۔ ظَلُوْمٌ کے معنی حق کو تلف کرنے والا۔ ہم دوسرے مقام میں یہ واضح کر چکے ہیں کہ شرک کا ارتکاب کر کے انسان خدا کے حق کو بھی تلف کرتا ہے اور خود اپنے نفس کے حق کو بھی۔ كَفَّارٌ کے معنی ناشکرے کے ہیں، جو نعمت تو کسی اور سے پاتا ہے اور گن کسی اور کے گاتا ہے۔

۱۲۔ آگے کا مضمون —— آیات ۳۵-۴۱

ملتِ ابراہیمی کی وضاحت

قریش اپنے مذہبِ شرک کی حمایت میں سب سے بڑی دلیل جو پیش کرتے تھے وہ یہ تھی کہ یہ دین ان کو اپنے جدِ اعلیٰ حضرت ابراہیمؑ سے وراثت میں ملا ہے۔ آگے اسی دعوے کی تردید آ رہی ہے اور یہ حقیقت واضح کی گئی ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے ایک زرخیز و شاداب علاقہ سے ہجرت کر کے اس وادیٔ غیر ذی زرع میں اپنی ذریت کو اس لیے بسایا تھا کہ وہ اس میں خدائے واحد کی عبادت کا ایک مرکز قائم کر سکیں تاکہ ان کی اولاد شرک کی تمام آلودگیوں سے پاک رہ کر خدائے وحدہ لا شریک لہٗ کی عبادت کر سکے۔ اس وادیٔ غیر ذی زرع میں امن و رزق کی تمام برکتیں حضرت ابراہیمؑ کی دعاؤں کا نتیجہ ہیں لیکن قریش نے ان تمام نعمتوں کو اپنے دیوتاؤں کے کھاتے میں ڈال دیا ہے اور خدائے واحد کو چھوڑ کر اپنے بتوں کی عبادت میں لگ گئے ہیں اور اسی کو حضرت ابراہیمؑ کا دین بتاتے ہیں —— اس روشنی میں آیات کی تلاوت فرمائیے۔

آیات ۳۵-۴۱

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَ
بَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ۟ ۳۵ رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ

النَّاسِ ۚ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَإِنَّهٗ مِنِّيْ ۚ وَمَنْ عَصَانِيْ فَإِنَّكَ غَفُوْرٌ
رَّحِيْمٌ ﴿۳۶﴾ رَبَّنَآ إِنِّيْٓ أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ
عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِّنَ
النَّاسِ تَهْوِيْٓ إِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ ﴿۳۷﴾
رَبَّنَآ إِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِيْ وَمَا نُعْلِنُ ۗ وَمَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْ
شَيْءٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ ﴿۳۸﴾ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَهَبَ
لِيْ عَلَى الْكِبَرِ إِسْمٰعِيْلَ وَإِسْحٰقَ ۗ إِنَّ رَبِّيْ لَسَمِيْعُ الدُّعَآءِ ﴿۳۹﴾
رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ ۖ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ ﴿۴۰﴾
رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ ﴿۴۱﴾ ع ۶ ۱۸

ترجمۂ آیات ۳۵-۴۱

اور یاد کرو جب ابراہیمؑ نے دعا کی کہ اے میرے رب اس سرزمین کو پرامن بنا اور مجھ
کو اور میری اولاد کو اس بات سے محفوظ رکھ کہ ہم بتوں کو پوجیں۔ اے میرے رب! ان بتوں
نے لوگوں میں سے ایک خلقِ کثیر کو گمراہ کر رکھا ہے تو جو میری پیروی کرے وہ تو مجھ سے ہے
اور جو میری نافرمانی کرے تو تو بخشنے والا مہربان ہے۔ اے ہمارے رب! میں نے اپنی اولاد
میں سے ایک بن کھیتی کی وادی میں تیرے محترم گھر کے پاس بسایا ہے، اے ہمارے رب،
تاکہ وہ نماز کا اہتمام کریں تو تو لوگوں کے دل ان کی طرف مائل کر دے اور ان کو پھلوں کی
روزی عطا فرما تاکہ وہ تیرا شکر ادا کریں۔ اے ہمارے رب تو جانتا ہے جو ہم پوشیدہ رکھتے
ہیں اور جو ظاہر کرتے ہیں اور اللہ سے کوئی چیز بھی مخفی نہیں، نہ زمین میں اور نہ آسمان میں۔
شکر ہے اس اللہ کے لیے جس نے مجھے بڑھاپے میں اسمٰعیل اور اسحاق عطا فرمائے۔ بیشک

میرا رب دعا کا سننے والا ہے۔ اے میرے رب مجھے نماز کا اہتمام کرنے والا بنا اور میری اولاد میں سے بھی، اے ہمارے رب اور میری دعا قبول فرما۔ اے ہمارے رب مجھے اور میرے والدین کو اور مومنین کو اس دن بخش جس دن حساب قائم ہوگا۔ ۳۵-۴۱

۱۴۔ الفاظ کی تحقیق اور آیات کی وضاحت

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ۝ رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ ۚ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ ۚ وَمَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (۳۵-۳۶)

حضرت ابراہیمؑ کی دعا

حضرت ابراہیمؑ نے جس وقت حضرت اسمٰعیلؑ اور ان کی والدہ کو سرزمین مکہ میں بسایا ہے یہ دعا اس وقت کی ہے۔ سب سے پہلے تو اس سرزمین کے لیے انھوں نے امن کی دعا کی اس لیے کہ اس وقت تک یہ پورا علاقہ امن سے محروم تھا۔ حضرت ابراہیمؑ کی یہ دعا اللہ تعالیٰ نے اس طرح قبول فرمائی کہ انسان تو انسان اس سرزمین پر کسی جاندار کو ستانا بھی گناہ ٹھہرا۔ پھر خانہ کعبہ کی بدولت چار مہینے حج و عمرہ کے لیے محترم قرار دے دیے گئے جن میں قافلے ملک کے ایک حصہ سے دوسرے حصہ تک بے تکلف سفر کرتے، مجال نہیں تھی کہ کسی کا بال بیکا ہو۔ مزید برآں قریش کو خانہ کعبہ کی پاسبانی کی بدولت سارے ملک میں امامت و سیادت کا درجہ حاصل ہو گیا، ان کے قافلے ہر حصۂ ملک کا سفر کرتے اور قبائل ان سے تعرض کرنا تو درکنار ان کے لیے بدرقہ فراہم کرتے۔

دوسری دعا یہ فرمائی کہ مجھ کو اور میری اولاد کو بت پرستی کی نجاست سے محفوظ رکھ۔ یہ وہ اصل مقصود تھا جس کے لیے حضرت ابراہیمؑ نے ہجرت فرمائی تھی۔ اس دعا میں انھوں نے خود اپنے آپ کو بھی شامل کیا ہے جس سے شرک کی تعدی اور خطرناکی کا اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ جیسے جلیل القدر پیغمبر بھی اس کی چھوت سے بچائے جانے کی دعا کرتے تھے۔ اس حقیقت کا اظہار رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ کے الفاظ سے بھی ہو رہا ہے کہ ان بتوں کا فتنہ ایسا ہے کہ ایک خلق کثیر اس کا شکار ہو کر رہ گئی۔ بلاغت زبان کا یہ ایک اسلوب ہے کہ کسی چیز کی شدت تاثیر و تسخیر کا اظہار مقصود ہو تو بعض اوقات اس کے لیے ضمیر اور فعل وہ استعمال کر دیتے ہیں جو عام طور پر ذوی العقول کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔

دعا میں 'بنی' کا لفظ ہے جس کے ظاہر معنی یہ ہیں کہ میرے بیٹوں کو شرک کی نجاست سے محفوظ رکھ لیکن یہ لفظ علی سبیل التغلیب استعمال ہوا ہے۔ مقصود یہی ہے کہ میری اولاد کو محفوظ رکھ۔ چنانچہ آگے اسی دعا میں 'ذریۃ' کا لفظ استعمال ہوا ہے جو عام ہے۔

فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّهٗ مِنِّیْ وَمَنْ عَصَانِیْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ یہ اپنی اولاد میں سے ان لوگوں سے اعلان براءت ہے جو ان کے طریقہ سے ہٹ کر شرک و بت پرستی میں مبتلا ہوں۔ فرمایا کہ جو اس معاملہ میں میری پیروی کریں وہ تو بے شک مجھ سے اور میرے زمرے میں سے ہیں اور جو میری راہ سے ہٹ کر شرک میں مبتلا ہوں ان کا معاملہ تیرے حوالہ ہے، تو ان کے ساتھ وہ معاملہ کرے گا جس کا تو ان کو مستحق پائے گا۔ تو غفور رحیم ہے، تجھ سے کسی ناانصافی کا اندیشہ نہیں۔ جو رحمت کے سزاوار ہوں گے وہ اس سے محروم نہیں ہیں گے۔

یہ امر یہاں ملحوظ رہے کہ یہ شرک کرنے والوں کے لیے حضرت ابراہیمؑ کی طرف سے مغفرت کی دعا نہیں ہے بلکہ صرف ان کے معاملے کو، جیسا کہ ہم نے عرض کیا، خدائے غفور رحیم کے حوالہ کرنا ہے۔

رَبَّنَآ اِنِّیْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِیْٓ اِلَیْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ یَشْكُرُوْنَ (۳۷)

ہجرت کا اصل مقصد

یعنی میں نے اپنی اولاد کو ایک بن کھیتی کی چٹیل زمین میں، تیرے محترم گھر کے پاس، اس لیے لا بسایا ہے تاکہ وہ نماز کا اہتمام کریں۔ تو لوگوں کے دل ان کی طرف مائل کر دے اور ان کو پھلوں کی روزی عطا فرما تاکہ وہ تیرے شکرگزار رہیں۔

اس سے ایک بات تو یہ معلوم ہوئی کہ خدا کی توحید اور خالص اسی کی بندگی وہ چیز ہے جس کی خاطر انسان سب کچھ چھوڑ سکتا ہے اور اسے سب کچھ چھوڑ دینا چاہیے یہاں تک کہ اگر اسے ایک چٹیل زمین میں تنہا زندگی بسر کرنی پڑے تو اس کو بھی اسے اختیار کر لینا چاہیے لیکن خدا اور اس کی عبادت کو کسی حال میں بھی نہیں چھوڑنا چاہیے۔

اقامتِ صلوٰۃ تعمیرِ کعبہ کا مقصد

دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ خانہ کعبہ اصل میں نماز کا مرکز ہے اس وجہ سے اس کی تولیت کے اصل حق دار وہ ہیں جو نماز کا اہتمام کریں نہ کہ وہ جو توحید اور نماز سب کچھ ضائع کر بیٹھے لیکن اس کی تولیت کے مدعی ہیں۔ یہاں حضرت ابراہیمؑ نے نماز کا ذکر خانہ کعبہ کے ابتدائی مقصد تعمیر کی حیثیت سے کیا ہے۔ بعد میں جب اس کے لیے ان کو حج کی منادی کا حکم ہوا تو یہ حج کا بھی مرکز بن گیا اور حضرت اسمٰعیلؑ کی قربانی کی یادگار میں قربانی کا بھی۔ یہ امر بھی ملحوظ رہے کہ 'اقامت صلوٰۃ' کا مفہوم صرف نماز پڑھنا ہی نہیں ہے بلکہ یہ چیز بھی اس میں شامل ہے کہ لوگوں کو اس کی دعوت دی جائے اور اس امر کا اہتمام و انتظام کیا جائے کہ لوگ نماز پڑھیں۔

دعائے ابراہیمی کے اصل اجزاء

یہاں حضرت ابراہیمؑ نے نماز اور اس سرزمین کی خاص نوعیت کے سبب سے اپنی اولاد کے لیے دو چیزوں کی دعا کی۔

ایک اس چیز کی کہ تو لوگوں کے دل ان کی طرف مائل کر دے۔ حضرت ابراہیمؑ کی اس دعا کی مقبولیت کا یہ اثر ہوا کہ خانہ کعبہ بہت جلد سارے عرب کا مرجع بن گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد تو یہ پورے سارے عالم کا مرکز بن گیا۔

دوسری دعا ملک کے بے آب و گیاہ ہونے کے سبب سے رزق و فضل کی کشائش کی کی۔ جس کا اثر بہت جلد اس شکل میں ظاہر ہوا کہ مکہ تمام عرب کی تجارت کا مرکز بن گیا۔ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ پر تفصیلی بحث ہم سورۂ بقرہ کی تفسیر میں کر آئے ہیں۔

رَبَّنَآ اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِيْ وَمَا نُعْلِنُ ۭ وَمَا يَخْفٰى عَلَي اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاۗءِ (۳۸)

'رَبَّنَآ اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِيْ وَمَا نُعْلِنُ'۔ اس فقرے کی بلاغت احاطۂ بیان میں نہیں آسکتی۔ بندہ جب اپنے رب سے کسی اہم معاملے میں دعا کرتا ہے تو اس کو ایک بڑی مشکل یہ پیش آتی ہے کہ بعض باتیں وہ کہنا تو چاہتا ہے لیکن وہ بیان میں نہیں آتیں، اسی طرح بعض باتیں ایسی ہوتی ہیں جو دل میں تو ہوتی ہیں لیکن وہ ان کے کہنے میں کسی مبہم سبب سے کچھ حجاب سا محسوس کرتا ہے۔ اس فقرے نے اس طرح کی ساری باتوں کو سمیٹ لیا اس لیے کہ خدا کا علم ظاہر و مخفی سب کو محیط ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَهَبَ لِيْ عَلَي الْكِبَرِ اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ ۭ اِنَّ رَبِّيْ لَسَمِيْعُ الدُّعَاۗءِ (۳۹)

یہ اپنی دعا کے حق میں اللہ تعالیٰ کے پچھلے عظیم احسانات کا حوالہ دے کر گویا سفارش بہم پہنچائی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جس پروردگار نے مجھے بڑھاپے میں اسمٰعیلؑ و اسحاقؑ عطا فرمائے، میں اس سے یہی امید رکھتا ہوں کہ جس طرح اس نے ان کے باب میں میری دعا کو قبولیت سے نوازا اسی طرح میری اس دعا کو بھی شرف قبول بخشے گا۔ میں اس سے مانگ کر کبھی محروم نہیں ہوا ہوں۔

رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ ڰ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاۗءِ ۔ رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ (۴۰-۴۱)

یہ آخر میں اپنے اور اپنی اولاد کے لیے اس مقصد میں سرگرم رہنے کی دعا کی جس کے لیے انھوں نے خانۂ کعبہ کی تعمیر کی تھی اور جس کا ذکر اوپر رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ کے الفاظ میں ہو چکا ہے۔ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ میں مِنْ تبعیض کا ہے اس لیے کہ مکہ میں انھوں نے اپنی ذریت میں سے صرف حضرت اسمٰعیل کو بسایا تھا۔

سب سے آخر میں اپنے لیے، اپنے والدین کے لیے اور تمام اہل ایمان کے لیے مغفرت کی دعا فرمائی۔

حضرت ابراہیمؑ کے والد — آزر — کے متعلق قرآن کے متعدد مقامات میں تصریح ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے چونکہ ہجرت کے وقت ان سے کہہ دیا تھا کہ میں آپ کے لیے استغفار کرتا رہوں گا۔ اس وجہ سے ان کے شرک و کفر پر شدید اصرار کے باوجود وہ ان کے لیے استغفار کرتے رہے۔ بعد میں اللہ تعالیٰ نے جب آپ کو اس سے روک دیا تو آپ رک گئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ دعا جو اوپر مذکور ہوئی ہے اس ممانعت کے وارد ہونے سے قبل کی ہے۔

دعا کی خصوصیات

اس دعا میں دیکھیے تو معلوم ہوگا کہ سات مرتبہ رَبِّ یا رَبَّنَا کا لفظ آیا ہے۔ یوں بظاہر تو یہ ایک تکرار سی محسوس ہوتی ہے لیکن درحقیقت یہ چیز دعا کی خصوصیات بلکہ اس کے لوازم میں سے ہے۔ دعا کا اصل مزاج

تضرع، استمالت، استغاثہ اور التجا و فریاد ہے۔ یہ چیز مقتضی ہوتی ہے کہ جس سے دعا کی جا رہی ہے اس کو بار بار متوجہ کیا جائے۔ جب بندہ خدا کو 'رَبِّ' سے خطاب کرتا ہے تو وہ گویا اس لطف، خاص کو اپنی دعا کے حق میں سفارشی بناتا ہے جس کا تجربہ اسے خود ہے اور جب اس کو 'رَبَّنَا' سے خطاب کرتا ہے تو وہ اس کے اس کرم عام کو اپنی دعا کے حق میں سفارشی بناتا ہے جس کا مشاہدہ تمام خلق میں ہو رہا ہے۔

یہاں وہ بات پھر ذہن میں تازہ کر لیجیے جو اوپر گزر چکی ہے کہ یہ دعا قریش کو اس لیے سنائی گئی کہ وہ سوچیں کہ وہ کس مقصد سے اس وادی غیر ذی زرع میں بسائے گئے تھے اور اب کیا بن کے رہ گئے ہیں، نیز وہ اس امر پر بھی غور کریں کہ وہ تمام نعمتیں جو اس سرزمین پر ان کو حاصل ہوئیں، وہ حاصل تو ہوئیں حضرت ابراہیم کی دعا کی برکت اور خاص اللہ تعالیٰ کے فضل سے لیکن انھوں نے ان تمام نعمتوں کا منبع اپنے خیالی معبودوں کو قرار دے رکھا ہے۔

۱۴- آگے کا مضمون ——— آیات ۴۲-۵۲

خاتمۂ سورہ — آگے خاتمۂ سورہ کی آیات ہیں جن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی ہے اور کفار کے لیے سخت دھمکی ہے۔ ربط کلام بالکل واضح ہے۔ آیات کی تلاوت فرمائیے۔

آیات ۴۲-۵۲

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ۬ؕ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ ﴿۴۲﴾ مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۚ وَاَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَآءٌ ﴿۴۳﴾ وَاَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَاْتِيْهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رَبَّنَاۤ اَخِّرْنَاۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ ؕ اَوَلَمْ تَكُوْنُوْۤا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ ﴿۴۴﴾ وَّسَكَنْتُمْ فِيْ مَسٰكِنِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْاَمْثَالَ ﴿۴۵﴾ وَقَدْ مَكَرُوْا مَكْرَهُمْ وَعِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْ ؕ وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ ﴿۴۶﴾ فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ ؕ اِنَّ

اللّٰہَ عَزِیۡزٌ ذُو انۡتِقَامٍ ﴿۴۷﴾ یَوۡمَ تُبَدَّلُ الۡاَرۡضُ غَیۡرَ الۡاَرۡضِ وَالسَّمٰوٰتُ
وَبَرَزُوۡا لِلّٰہِ الۡوَاحِدِ الۡقَہَّارِ ﴿۴۸﴾ وَتَرَی الۡمُجۡرِمِیۡنَ یَوۡمَئِذٍ مُّقَرَّنِیۡنَ
فِی الۡاَصۡفَادِ ﴿۴۹﴾ سَرَابِیۡلُہُمۡ مِّنۡ قَطِرَانٍ وَّتَغۡشٰی وُجُوۡہَہُمُ
النَّارُ ﴿۵۰﴾ لِیَجۡزِیَ اللّٰہُ کُلَّ نَفۡسٍ مَّا کَسَبَتۡ ؕ اِنَّ اللّٰہَ سَرِیۡعُ الۡحِسَابِ ﴿۵۱﴾
ھٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِیُنۡذَرُوۡا بِہٖ وَلِیَعۡلَمُوۡۤا اَنَّمَا ہُوَ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ وَّ
ع ۱۱ ۱۹ لِیَذَّکَّرَ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ ﴿۵۲﴾

ترجمۂ آیات ۴۲-۵۲

اور اللہ کو، جو کچھ یہ ظالم کر رہے ہیں اس سے بے خبر نہ سمجھو۔ وہ ان کو بس ایک ایسے دن کے لیے ٹال رہا ہے جس میں نگاہیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی۔ وہ سر اٹھائے ہوئے بھاگ رہے ہوں گے، ٹکٹکی بندھی ہوگی اور ان کے دل اڑے ہوئے ہوں گے۔ ۴۲-۴۳

اور تم لوگوں کو اس دن سے خبردار کر دو جس دن ان پر عذاب آ دھمکے گا تو یہ اپنی جانوں پر ظلم ڈھانے والے کہیں گے کہ اے ہمارے رب ہمیں تھوڑی سی مہلت اور دے دے، ہم تیری دعوت قبول کر لیں گے اور رسولوں کی پیروی کریں گے ـــ کیا تم اس سے پہلے قسمیں نہیں کھاتے رہے تھے کہ تم ٹلنے والے نہیں ہو۔ اور تم ان لوگوں کی بستیوں میں رہے بسے جنھوں نے اپنی جانوں پر ظلم ڈھائے اور تم پر واضح تھا کہ ہم نے ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا اور تمھارے لیے ہم نے مثالیں بھی بیان کر دی تھیں۔ اور انھوں نے اپنی ساری چالیں چلیں اور یہ چالیں ان کی خدا کے پاس ہیں اگرچہ ان کی یہ چالیں ایسی تھیں کہ ان سے پہاڑ بھی اپنی جگہ سے ٹل جاتے۔ ۴۴-۴۶

تو اللہ کو اپنے رسولوں سے وعدہ خلافی کرنے والا نہ سمجھو، اللہ غالب اور انتقام لینے والا ہے۔ اس دن کو یاد رکھو جس دن یہ زمین دوسری زمین سے بدل دی جائے گی اور آسمان بھی

اور سب اللہ واحد و قہار کے حضور پیش ہوں گے۔ اور تم مجرموں کو اس دن زنجیروں میں جکڑا ہوا دیکھو گے۔ ان کے لباس تارکول کے ہوں گے اور ان کے چہروں پر آگ چھائی ہوئی ہوگی۔ تاکہ اللہ ہر جان کو اس کی کمائی کا بدلہ دے۔ بے شک اللہ بڑی جلدی حساب چکا دینے والا ہے۔ یہ لوگوں کے لیے ایک اعلان ہے اور تاکہ اس کے ذریعہ سے وہ آگاہ کر دیے جائیں اور تاکہ وہ جان لیں کہ وہی ایک معبود ہے اور تاکہ اہل عقل یاد دہانی حاصل کریں۔ ۴۸-۵۲

۱۵- الفاظ کی تحقیق اور آیات کی وضاحت

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ۬ؕ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ ۙ
مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۚ وَاَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَآءٌ (۴۲-۴۳)

'شخوص' کا مفہوم

'تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ' 'شَخَصَ شُخُوْصًا' کے معنی تو ارتفاع کے ہیں لیکن جب یہ آنکھوں کے لیے آئے تو اس کے معنی آنکھوں کی ٹنگی ہوئی یا پھٹی ہوئی رہ جانے کے ہوں گے۔

'اھطاع' کا مفہوم

'مُهْطِعِيْنَ' 'اِهْطَاع' کسی طرف تیزی سے بڑھنے اور لپکنے کے معنی میں آتا ہے بالخصوص جب کہ یہ بڑھنا اور لپکنا خوف و دہشت کی بنا پر ہو۔

'اقناع' کا مفہوم

'اقناع' سر اٹھانے یا آواز بلند کرنے کے معنی میں آتا ہے۔ یہاں سر اٹھا کر چلنے کے معنی میں آیا ہے۔

خطاب پیغمبر صلعم سے عتاب قریش پر

آیت میں خطاب ظاہر الفاظ کے اعتبار سے تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے لیکن اس میں جو شدید عتاب ہے وہ تمام تر قریش پر ہے۔ پیغمبر صلعم کو اطمینان دلایا جا رہا ہے کہ تم یہ نہ گمان کرو کہ جو کچھ یہ تمہارے مخالفین کر رہے ہیں ہم اس سے بے خبر ہیں۔ ہم بے خبر نہیں ہیں۔ ہم سب کچھ دیکھ رہے ہیں لیکن ہم ان کے معاملے کو اس دن پر ٹال رہے ہیں جس کے ہول کا یہ حال ہوگا کہ نگاہیں اٹھیں گی تو ٹنگی ہی رہ جائیں گی، پلک جھپکنے کی نوبت نہیں آئے گی۔ سر اٹھائے ہوئے تیزی سے یہ موقف حشر کی طرف بھاگ رہے ہوں گے اور ان کے دل خوف و دہشت سے اڑے جا رہے ہوں گے۔

وَاَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَاْتِيْهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رَبَّنَآ اَخِّرْنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ
نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ ؕ اَوَلَمْ تَكُوْنُوْٓا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ (۴۴)

یعنی آج یہ تمھاری بات نہیں سنتے تو نہ سنیں انھیں اس دن سے آگاہ کر دو جس دن ان پر عذاب آ دھمکے گا اور یہ اپنی جانوں پر ظلم ڈھانے والے لوگ۔ اس وقت فریاد کریں گے کہ اے ہمارے رب، ہمیں تھوڑی سی مہلت، اور دے دے۔ ہم تیری دعوت بھی قبول کر لیں گے اور تیرے رسولوں کی پیروی بھی کریں گے لیکن اس وقت، توبہ اور اصلاح کا وقت گزر چکا ہوگا۔ ان کو جواب دے دیا جائے گا کہ کیوں اب کیا ہوا، کیا تم ہی وہ لوگ نہیں ہو جو قسمیں کھا کھا کر کہتے تھے کہ تم اپنی ضد سے ٹلنے والے نہیں ہو۔

وَسَكَنْتُمْ فِيْ مَسٰكِنِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْاَمْثَالَ (۴۵)

تاریخ کی یاددہانی

یعنی یہ بات نہیں ہے کہ رسولوں کی تکذیب کرنے والوں کا جو حشر ہوا اور خدا نے ان کے ساتھ جو معاملہ کیا اس سے تم بے خبر رہے ہو، انہی اقوام بائدہ و معذبہ کی بستیوں میں تم رہے بسے اور خدا نے تم کو اپنے رسولوں کے ذریعہ سے ان کے سبق آموز اور عبرت انگیز حالات بھی سنا دیے۔ یہ حالات محض قصے کے طور پر تمھیں نہیں سنائے گئے تھے بلکہ ان کے سنانے سے مقصود تم کو یہ بتانا تھا کہ یہی حشر تمھارا بھی ہوتا ہے اگر تم نے رسول کی تکذیب کر دی۔ جب یہ سب کچھ ہو چکا اور تم نہیں مانتے تو اب کس بات کے لیے مزید مہلت مانگ رہے ہو۔

وَقَدْ مَكَرُوْا مَكْرَهُمْ وَعِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْ ؕ وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ (۴۶)

یعنی ان قوموں نے بھی جہاں تک چالیں چلنے کا تعلق ہے کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی تھی لیکن آج ان کی ساری چالیں خدا کے پاس دھری ہیں۔ اگرچہ یہ چالیں ان کی ایسی زبردست تھیں کہ ان سے پہاڑ بھی اپنی جگہ سے کھسکائے جا سکتے تھے لیکن خدا نے ان کی یہ ساری چالیں بیکار کر دیں۔

فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ (۴۷)

یہ خطاب بھی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اور اس میں بھی جو تسکین اور طمانیت کا پہلو ہے وہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہے اور جو عتاب اور غضب کا پہلو ہے اس کا رخ کفار و مشرکین کی طرف ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ نہ گمان کرو کہ خدا نے اپنے رسولوں کے لیے فتح و نصرت کا جو وعدہ فرمایا ہے کسی حال میں اس کی خلاف ورزی کرے گا۔ وہ عزیز و غالب ہے کوئی اس کا ہاتھ نہیں پکڑ سکتا اور وہ انتقام لینے والا ہے اس وجہ سے شریروں اور حق و عدل کے دشمنوں کو ضرور کیفر کردار کو پہنچائے گا۔

يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ (۴۸)

یومِ آخرت کی یاددہانی

'یَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ' 'وَالسَّمٰوٰتُ' یعنی تُبَدَّلُ السَّمٰوٰتُ غَيْرَ السَّمٰوٰتِ۔ مطلب یہ ہے کہ انھیں وہ دن یاد دلاؤ جس دن یہ زمین اور یہ آسمان دونوں دوسری زمین اور دوسرے آسمانوں سے بدل دیے جائیں گے اور یہ سارے لوگ ایک ہی خدائے قہار کے حضور پیش ہوں گے۔ لفظ 'بَرَزُوْا' کے مفہوم کی وضاحت ہم دوسرے مقام میں کر چکے ہیں کہ اس کے اندر یہ مضمون بھی ہے کہ اس دن نہ کسی کے ساتھ

اس کا کوئی حامی و مددگار ہوگا اور نہ کوئی شفیع و سفارشی۔ بس ہر ایک کی ذات ہوگی اور اس کے اعمال۔ آسمان و زمین بھی دوسرے ہوں گے، وہاں نہ کسی کے قلعے اور گڑھیاں ہوں گی نہ کسی کے ایوان و محل۔

'قہّار' کا مفہوم

لفظ 'قہّار' کا مفہوم ہم دوسرے مقام میں واضح کر چکے ہیں کہ اس کا اصل مفہوم ہے تنہا سب پر اپنا کنٹرول رکھنے والا، دوسروں کی مدد و اعانت سے بالکل مستغنی، کسی کی مجال نہیں کہ اس کے قابو سے باہر نکل سکے۔

وَتَرَى الْمُجْرِمِينَ يَوْمَئِذٍ مُقَرَّنِينَ فِي الْأَصْفَادِ ۝ سَرَابِيلُهُمْ مِنْ قَطِرَانٍ وَتَغْشَى وُجُوهَهُمُ النَّارُ ۝ لِيَجْزِيَ اللَّهُ كُلَّ نَفْسٍ مَا كَسَبَتْ إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ (۴۹-۵۱)

'سرابیل' کا مفہوم

'سَرَابِيل' سربال کی جمع ہے جس کے معنی قمیص کے بھی آتے ہیں اور لباس کے مفہوم میں بھی یہ آتا ہے۔ یہاں موقع کلام دلیل ہے کہ یہ دوسرے عام مفہوم میں استعمال ہوا ہے۔

'قطران' کا مفہوم

'قَطِرَان' کے اہل لغت نے مختلف معنی لکھے ہیں لیکن تارکول کے لیے یہ لفظ معروف ہے۔ ہمارے نزدیک یہاں اسی معنی میں ہے۔ مستحقین دوزخ کے جسموں اور چہروں کی سیاہی کا ذکر قرآن میں دوسرے مقامات میں بھی ہے۔ پھر تارکول پر آگ جس طرح بھڑکتی ہے وہ ایک معلوم و معروف حقیقت ہے۔

یوم آخرت کے ہول کی مزید تفصیل

یہ اس دن کی ہولناکی کی مزید تفصیل ہے کہ اس دن تمام مجرمین زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہوں گے۔ ان کے لباس تارکول کے ہوں گے اور ان کے چہروں پر آگ کے شعلوں کی لپٹ ہوگی اور یہ سب کچھ اس لیے ہوگا تاکہ ہر جان اپنے اعمال کا بدلہ پائے اور کوئی یہ نہ سمجھے کہ یہ ساری مخلوق کا حساب کرنے میں کوئی بڑا عرصہ لگ جائے گا۔ خدا پلک جھپکتے سب کا حساب چکا دے گا۔

هَٰذَا بَلَاغٌ لِلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوا بِهِ وَلِيَعْلَمُوا أَنَّمَا هُوَ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ وَلِيَذَّكَّرَ أُولُو الْأَلْبَابِ (۵۲)

آخری تنبیہ

یہ آخری تنبیہ ہے کہ یہ ساری باتیں اس لیے لوگوں کو پہنچا دی گئی ہیں کہ لوگوں پر خدا کی حجت پوری ہو جائے، لوگ عذاب اور قیامت سے خبردار ہو جائیں اور اس بات کو اچھی طرح جان لیں کہ ایک ہی خدا سے سابقہ پڑنے والا ہے، کوئی اور کام آنے والا نہیں ہے اور جو اہل عقل ہیں ان کو یاد دہانی ہو جائے۔

ان سطروں پر اس سورہ کی تفسیر تمام ہوئی۔ وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ۔

لاہور

۱۲ ستمبر ۱۹۷۰ء